ماہنامہ

انوارِ مدینہ

شمارہ : ۵	ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ ـ مئی ۲۰۰۵ء	جلد : ۱۳

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مدیر	مدیر اعلیٰ

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے	بدلِ اشتراک
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور	پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے
فون نمبرات	سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی....سالانہ ۵۰ ریال
جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311	بھارت، بنگلہ دیش.................سالانہ ۶ امریکی ڈالر
خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310	امریکہ، افریقہ.........................سالانہ ۱۶ ڈالر
فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662	برطانیہ..........................سالانہ ۲۰ ڈالر
رہائش "بیت الحمد" : 092 - 42 - 7726702	جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس
موبائل : 092- 333 - 4249301	E-mail: jmj786_56@hotmail.com

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

کمپیوٹر کمپوزنگ و تزئین : محمد صفدر خوشنویس و ڈاکٹر محمد امجد

اس شمارے میں

حرف آغاز		۳
درس حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	5
قرآن پاک	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۹
شیخ الاسلامؒ سیمینار	جناب محمد اشرف علی صاحب	۱۶
دعا کے فضائل	حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی	۲۹
استخارہ، متعلقات و مسائل	حضرت مولانا مفتی محمود زُبیر صاحب القاسمی	۳۳
حضور ﷺ کی سیرت و صورت	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۴۲
نبوی لیل و نہار	حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکیؒ	۴۸
گلدستۂ حدیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۴
بچوں کی پرورش سے متعلق احادیث	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۵۵
ایک کھلا خط	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	۵۷
دینی مسائل		۶۰
اخبار الجامعہ		۶۴

آپ کی مدتِ خریداری ماہ .... ختم ہوگئی ہے، آئندہ

رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ .... روپے جلد اِرسال فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

۲۵؍اپریل کے روزنامہ نوائے وقت میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ''سویڈن کے رونا سوگارڈ نامی پادری نے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے ہیں بعدازاں پادری کے ترجمان نے اصرار کرتے ہوئے اس کی تقریر کو دُرست قرار دیا۔ پادری کے بیان پر سویڈن کے مسلمانوں میں شدید غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے''۔

یہود و نصارٰی کی طرف سے نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کی بے حرمتی اور اُن کی طرف بے ہودہ باتوں کی نسبت کرنا اُن کا پرانا وطیرہ ہے۔ اہلِ کتاب وہ قوم ہیں کہ جن کے ہاتھ نبیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں، نبیوں پر بہتان باندھنا بھی اُن کی پرانی عادت ہے۔ یہ لوگ نبیوں کی قدر و منزلت نہیں جانتے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے ہوئے عیسائی حکومتیں اور اُن کی مختلف تنظیمیں ایک عرصہ سے یہ مطالبہ کر رہی ہیں کہ ناموسِ رسالت کے قانون میں ترمیم کی جائے تاکہ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حضرت محمد ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر کیچڑ اُچھالنے کا موقع ان کے ہاتھ آجائے حالانکہ قانون ناموسِ رسالت کا فائدہ جس طرح مسلمانوں کو ہے اسی طرح عیسائیوں کو بھی ہے کیونکہ اس قانون کے تحت جس طرح حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو عبرت ناک سزا دی جاسکتی ہے

اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کو بھی عبرتناک سزا دی جائے گی۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی ناموس کا قانون ہر ملک اپنے ہاں بھی نافذ کرے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے کسی کو بھی انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی اور اُن کے پیروکاروں کے جذبات کو مجروح کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

اس ناخوشگوار واقعہ پر سویڈن کی حکومت کو چاہیے کہ وہ اِس نامراد پادری کے خلاف مناسب کارروائی کرتے ہوئے اُسے قرارِ واقعی سزا دے تاکہ مسلمانوں کے مجروح ہونے والے جذبات کی تسکین ہو۔

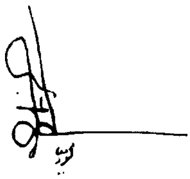

اہم اعلان

مسلسل گرانی کے سبب عرصہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ماہنامہ انورِ مدینہ کے سالانہ نرخ میں اضافہ کیا جائے مگر حتی المقدور اس فیصلہ کو مؤخر کیا جاتا رہا۔ اب حال ہی میں کاغذ کی قیمت کے غیر معمولی اضافہ نے نرخ میں اضافہ ناگزیر کردیا ہے لہٰذا اپنے ماہنامہ کی اعلٰی روایات کو برقرار رکھنے کی خاطر اس کا سالانہ چندہ ماہِ رواں سے 150 روپے سے بڑھا کر 200 روپے کردیا گیا ہے، قارئینِ کرام اور ایجنسی ہولڈرز نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

اللہ تعالیٰ کسی ضابطہ کا پابند نہیں ہے ۔ معجزہ اور نظر بندی میں فرق
نبی علیہ السلام کی زیارت......صحابہؓ کی سب سے بڑی خصوصیت

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۶ سائیڈ اے (۸۵۔۴۔۲۶)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

آقائے نامدار ﷺ نے بعض صحابہ کرام کو دُعائیں دی ہیں، اُن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی بھی آتا ہے۔ یہ وہی ہیں جن کے والد اُحد کے میدان میں شہید ہوگئے تھے اور اُن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو حیات بخشی اور بلا حجاب اُن کو اپنے خطاب سے سرفراز فرمایا پھر اُن سے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا خواہش ہے کیا تمنا ہے؟ انھوں نے کہا میں دوبارہ جاؤں دُنیا میں اور تیری راہ میں اِسی طرح شہید ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قَدْ سَبَقَ مِنِّی اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ میری طرف سے یہ فیصلہ پہلے ہو چکا ہے کہ مرنے والے دوبارہ دُنیا میں لوٹ کر نہیں جائیں گے۔ یہ (حضرت جابرؓ) بیٹے ہیں ان کے۔ ایک تو وہ قرض خواہوں والا قصہ گزرا کہ وہ مان نہیں رہے تھے، کہتے تھے ابھی دو۔ اور بداخلاقی، شدید تقاضہ کرتے تھے۔ تو آقائے نامدار ﷺ نے ان کو فرمایا کہ کھجوریں جو کاٹتے ہو وہ کاٹ کر الگ الگ قسمیں کردو، میں آؤں گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور جو سب سے بڑا ڈھیر تھا اُس پر آپ نے چکر لگایا دُعا فرمائی، وہاں تشریف

فرما ہو گئے اور کچھ اپنے دستِ مبارک سے بھی تولا ہو گا ناپا ہو گا کھجوروں کو، کیونکہ...................... اس کا بھی ذکر آتا ہے کہ آپ نے خود کیا کچھ، تو معلوم ہوتا ہے پہل آپ نے کی ہے تھوڑی سی، اس کے بعد فرمایا دیتے رہو۔ تو وہ ڈھیر ہی ختم نہیں ہوا اور سارا قرض اُن کا ادا ہو گیا اور وہ کہتے تھے کہ مجھے ڈھیر ایسا لگتا تھا جیسے کہ لَمْ یَنْقُصْ تَمْرَةٌ ایک کھجور بھی اُس میں کم نہیں ہوئی۔ یہ کوئی نظر بندی تو نہیں تھی بس معجزہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی ضابطہ نہیں ہے :

اللہ تعالیٰ جب کھجور پیدا فرماتے ہیں تو اس میں یہ قاعدہ دُنیا کے لیے مقرر فرما دیا کہ ایک درخت جو اِس عمر کو پہنچ جائے پھر وہ موسم آئے پھر اُس پر پھول آئے پھر پھل شروع ہو پھر وہ پکے پھر اتنے عرصہ اُس پر گرمی کے اثر سے پختگی آئے پھر وہ اُتارا جائے۔ یہ ایک قاعدہ اللہ نے بنا دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کا محتاج نہیں ہے۔ قاعدہ بنا دیا ہے، ہوگا اسی طرح، نظام ایک بنا دیا ہے دُنیا کا، اپنے لیے نہیں کیونکہ وہ غنی ہے۔ جب چاہے جیسے چاہے بلا سبب آخری جو چیز ہوتی ہے وہ پہلی دفعہ ہی میں ہو جاتی ہے فوراً ہو جاتی ہے تو یہ معجزہ ہوا۔ ایسے ہی کرامت بھی اسی قسم کی چیز ہے اور کرامت بھی خدا کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ لوگ اس کا یعنی اس دین کا اکرام کریں۔ یہ جو کرامت ہوتی ہے یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے ایک طرح سے۔ کسی آدمی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا اور اسلام کا معجزہ ہے جو اس کے ہاتھوں ظاہر ہوا مگر یہ نبی نہیں ہے اس لیے اس کے ہاتھ سے جو ایسی چیز ظاہر ہوتی ہے اس کو ''کرامت'' کہتے ہیں اور نبی کے ہاتھ سے ظاہر ہو تو اُسے ''معجزہ'' کہتے ہیں۔ تو سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معجزہ تھا۔

معجزہ اور نظر بندی کا فرق :

اب اگر کوئی آدمی اسی طرح کا تماشا نظر بندی کے ذریعے کر دے کہ تول تول کر دیئے جائے اور وہ چیز بڑھتی ہی جائے تو جب گھر کو جا کر دیکھیں گے تھیلے خالی ہوں گے، وہ تو پھر آکر اور سوار ہو جائیں گے کہ تو نے ہمیں دھوکہ دیا تو نے نظر بندی کی تھی لیکن جہاں معجزہ ہوگا وہاں نظر بندی نہیں ہوگی وہاں سچ مچ ہی ہوگا۔ اس میں پھر یہ نہیں ہوگا کہ تبدیلی آجائے غلط چیز ہو گئی ہو بلکہ واقع میں بھی ویسے ہی ہوگی، تو اس میں انسان عاجز ہے کہ اس کو سمجھ سکے، سمجھنا اس کا بس اسی طرح ہے کہ خدا کو قدرت ہے اور جیسے اس نے اسباب بنائے ہیں ایسے ہی وہ اسباب سے ہٹ کر بھی چیزیں بنا سکتا ہے۔ جب چاہے جس چیز کو چاہے، مٹی کو پتھر بنا دے، پتھر کو ہیرا بنا دے، چاہے مدتوں بعد بنائے جیسے نظام چل رہا ہے، چاہے وہ اسی وقت بنائے، جو وہ چاہے ہو سکتا ہے اور وہ کر سکتا ہے۔

حضرت جابرؓ کے لیے دُعائے مغفرت :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ اِسْتَغْفَرَلِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ مَرَّۃً. جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے پچیس دفعہ استغفار فرمائی، جیسے کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرلَہٗ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اس کی بخشش فرمادے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِجَابِرٍ مثلاً یہ فرمایا کہیں کہیں فرمایا ذَنْبُہٗ صَغِیْرَہٗ وَکَبِیْرَہٗ وَجَلِیَّہٗ وَخَفِیَّہٗ اس طرح کے کلمات آقائے نامدار ﷺ نے دوسرے صحابہ کرامؓ کے لیے بھی ان کی وفات کے بعد فرمائے ہیں او کما قال علیہ الصلٰوۃ والسلام . تو حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میرے لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے پچیس دفعہ دُعا فرمائی ہے کہ اللہ تو اِن کی بخشش فرمادے۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا گویا بِلا حساب ہی جنت میں داخلے کی ایک طرح سے دعا ہوگئی، اور یہ بھی ایک طرح سے جنتی ہی ہوں گے۔ اگر غلط بات ہوتی تو نبی کو روک دیا جاتا، آپ نہ فرماتے دوبارہ تبیارہ، روکا بھی نہیں گیا، دُعا بھی فرمائی۔

مغفرت کا مطلب :

اور مغفرت کے معنی ہیں اصل میں ''ڈھانپ لینا'' کہ خداوندکریم اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور ایک معنی یہ بھی ہے کہ اس کے گناہوں کو ڈھانپ لے۔ تو گناہوں کو ڈھانپ لے تو دوسرے کو پتا نہ چلے، رحمت سے ڈھانپ لے یعنی معاف ہی کردے، تو یہ معنی اس کے ہوئے۔ تو آقائے نامدار ﷺ خود بھی استغفار فرماتے تھے اور فرمایا کہ میں تو دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں سَبْعِیْنَ مَرَّۃً اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ تو اس کا کیا مطلب ہے، اس کا مطلب یہی ہوگا کہ خداوندِ کریم تو مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپے رکھ، کیونکہ گناہوں سے تو آقائے نامدار ﷺ معصوم ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ دوسروں کو بتانا ہوگیا کہ استغفار کرتے رہو، اُمت کو تعلیم دے دی اور قرآن پاک میں بھی ہے، سورہ نصر میں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا اور پھر آقائے نامدار ﷺ رکوع اور سجدہ میں ان کلمات کا استعال فرماتے تھے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرلِیْ اس طرح کے کلمات جناب رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجود میں ادا فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے سُنے ہیں یہ کلمات، تو صحابۂ کرامؓ کے حالات بڑے عجیب ہیں۔ اللہ نے ان کو بہت بلند درجات عطا فرمائے ہیں اور ان کی خصوصیات ہیں جو کسی دوسرے کو اُمت میں حاصل نہیں ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی خصوصیت :

صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مُشرف ہوئے ہیں۔ اس سے بڑی اور کیا نعمت ہوسکتی ہے؟ دُنیا میں خدا کی طرف سے بندوں کے لیے اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مُشرف ہوئے ہیں۔ یہ نعمت اُن پر ہوئی اور ایک خدا کی رحمت کی نظر ہوئی، اور اللہ کی رحمت کی جب نظر ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے غضب سے بچائے رکھتے ہیں اور ایسے کاموں سے بھی بچائے رکھتے ہیں کہ جو اُس کے غضب کا سبب بن جائیں، پھر اُن سے وہ صادر نہیں ہوتے۔ اس واسطے اہلِ سنت والجماعت صحابہ کرامؓ کے بارے میں تعظیمی کلمات استعمال کرتے ہیں۔ اس کے سوا دوسری کسی قسم کی بات کو ذہن میں جگہ نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں اُن کے ساتھ محشور فرمائے۔ آمین۔

اختتامی دُعا......................

سلسلہ نمبر ۱۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

قرآن پاک

﴿ نظرثانی و عنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

الحمد للّٰہ رب العٰلمین و الصلٰوۃ و السلام علی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمد و الہ و اصحابہ اجمعین امابعد !

حسبِ ذیل مضمون میں قرآن پاک کی حقیقت کہ وہ کلامِ الٰہی ہے، اس کے نزول کی کیفیت کی ایک علمی بحث بہت اختصار سے پیش کی جارہی ہے۔

قرآن کلام اللہ کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے ہم تک ہزاروں سے لاکھوں اور لاکھوں سے کروڑوں کو پہنچتا چلا آیا ہے۔ عربی زبان میں لفظ '' قرآن'' پڑھنے اور جمع کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی یہ مصدر بھی ہے اور کتاب اللہ کا نام بھی۔

(۱) قرآن کلام اللہ ہے :

سننِ دارمی میں (جو مسندِ دارمی کے نام سے مشہور ہے) روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا مِنْ کَلَامٍ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰہِ مِنْ کَلَامِہٖ وَمَارَدَّالْعِبَادُ اِلَی اللّٰہِ کَلَامًا اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ کَلَامِہٖ (ص ۴۴۰ ج ۲)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے حضور میں کوئی کلام ''کلام اللہ'' سے بڑھ کر نہیں ہے اور نہیں لوٹایا بندوں نے اللہ کی طرف کوئی ایسا کلام جو اُسے اپنے کلام سے زیادہ محبوب ہو''۔

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت جو حضرت عطیۃ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نقل کی، اس میں فرمایا گیا ہے۔

مَا تَکَلَّمَ الْعِبَادُ بِکَلَامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ کَلَامِہٖ وَمَا اَنَابَ الْعِبَادُ اِلَی اللّٰہِ بِکَلَامٍ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ کَلَامِہٖ بِالذِّکْرِ. (درمنثور ص۳۶۶ ج ۵)

''نہیں تکلم کیا بندوں نے کسی ایسے کلام کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کو اپنے کلام کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو، اور نہیں انابت حاصل کی بندوں نے ذکر کے ذریعہ اللہ کے حضور میں کسی ایسے کلام کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کو اپنے کلام کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو''۔

قرآنِ پاک اور ذاتِ الٰہی :

ایک دوسری روایت میں جو بیہقی اور حاکم کے حوالہ سے تصحیح کے ساتھ نقل کی ہے، یہ بھی آتا ہے کہ اس کلام کا مصدر خود ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ یہ روایت حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی ہے، اس کا آخری حصہ یہ ہے :

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (ﷺ) اِنَّکُمْ لَنْ تَرْجِعُوْا اِلَی اللّٰہِ لِشَیْئٍ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ شَیْئٍ خَرَجَ مِنْہُ یَعْنِی الْقُرْاٰنَ .

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اللہ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے کسی چیز سے جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہو بہ نسبت قرآن کے''۔

(۲) قرآن حکیم کی یہ خصوصیت ہے کہ اُس کے حروف بھی معین کر کے نازل فرمائے گئے ہیں اور عربی زبان میں اُتارا گیا ہے، ارشاد ہے ...... اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا '' ہم نے اس کو اُتارا ہے قرآن عربی زبان کا''

ارشاد ہوا : کِتَابٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ.

''یہ کتاب ہے کہ جانچ لیا ہے اس کی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے خبر دار کے پاس سے''۔

(۳) اور کیونکہ یہ بلاشبہ خدا کا کلام ہے اس لیے یہ بھی دعوٰی کیا گیا کہ اس جیسا کلام کوئی نہیں لا سکتا

چاہے تمام انسان اور جنات جمع ہو کر کوشش کر لیں۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا. (سُورۃ بنی اسرائیل آیۃ۸۸)

''کہہ اگر جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ لائیں ایسا قرآن، ہرگز نہ لائیں گے ایسا قرآن اور پڑے مدد کیا کریں ایک دوسرے کی''۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علی الترتیب چند علمی مباحث بتلائے جائیں مثلاً کلام الٰہی کا الفاظ میں آنا مخلوق ہے یا نہیں، کلام الٰہی کا نزول آسمان پر، کلامِ الٰہی کا نزول رسول اللہ ﷺ پر اور وحی کی کیفیت، پھر آخر میں ''خلقِ قرآن'' کے نام سے ایک معروف مسئلہ کا خاکہ۔

(۴) (الف) چنانچہ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن کلام خداوندی ہوا تو نازل کیسے ہوا، حروف کی شکل کیسے پیدا ہوئی کیونکہ نزول میں مثلاً کوئی چیز اُوپر سے نیچے آرہی ہو تو حرکت ہونی ضروری ہوتی ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ حرکت سے پاک اور بلند و بالا ہے، وہ خود ہر جگہ موجود ہے۔ حرکت کی کئی قسمیں ہیں مثال کے طور پر جب انسان ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتا ہے کہیں آتا جاتا ہے تو یہ اُس کی ذات کی حرکت کہلاتی ہے۔

(ب) اس کے ساتھ اس کا رنگ رُوپ بھی حرکت کرتا ہے کیونکہ یہ تو کہیں نہیں ہوتا کہ انسان خود چلا جائے اور اپنا رنگ رُوپ چھوڑ جائے، لامحالہ رنگ رُوپ سمیت ہی جاتا ہے، تو یہ کہا جاتا ہے کہ انسان کے ساتھ اس کی اعراض حرکت کر رہی ہیں، رنگ رُوپ اس کی عرضیں ہیں۔

(ج) نیز جب حرکت کرتا ہے مثلاً چلتا ہے تو چلنے سے ایک خاص نقشہ کہ قدم اُٹھاتا ہے پھر رکھتا ہے پھر اُٹھاتا ہے پھر رکھتا ہے، پیدا ہوتا ہے۔ یہ خاکہ ہر قدم پر پیدا بھی ہو رہا ہے اور فنا بھی ہوتا جارہا ہے، یہ حرکت کی تیسری صورت ہے۔

یہ تین حرکتیں آپ بہت سی متحرک چیزوں میں دیکھتے ہیں (ان کے فلسفیانہ نام علی الترتیب یہ ہیں: متحیز بالذات کی حرکت، اعراض قائمہ کی حرکت چاہے وہ اپنے موضوع کے ساتھ قائم ہوں جیسے رنگ رُوپ یعنی قارّ الذات ہوں یا قائم نہ ہوں یعنی غیر قارّ الذات ہوں جیسے چلتے وقت کا خاکہ کہ یہ سیال مترتب الاجزاء اور ممتنع البقاء ہوتا ہے)۔ اب ظاہر ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ میں یہ تمام صورتیں متصور نہیں ہوسکتیں۔ نہ تو اُس کی

ذات کو حرکت کی ضرورت کیونکہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اور جب ذات ہی حرکت سے منزہ ہے تو دوسری عرضی حرکتیں کہاں پیدا ہوسکتی ہیں وہ ان سے بھی بلند ہے۔

(۵) اس لیے یوں سمجھا یا جاتا ہے کہ کلام کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو متکلم کی ذات میں ہو مثلاً آپ اپنے دل میں کوئی بات کہہ رہے ہوں اُسے ''کلامِ نفسی'' کہا جاتا ہے، یہ تو منتقل نہیں ہوسکتا۔ دوسری قسم ''کلام لفظی'' کہلاتی ہے یعنی جب آپ کی زبان سے وہ کلام ادا ہو جائے تو پھر دوسرے کے کان تک منتقل ہوسکتا ہے کیونکہ وہ کلام لفظی بن گیا ہے، اس نے الفاظ کی شکل اختیار کر لی ہے۔

بس کلامِ الٰہی جو نازل ہوا وہ کلامِ لفظی ہی ہے اور یہ کلام (ماتریدیہ اور اشاعرہ کے نزدیک) حادث ہے۔

وقال شیخ زادہ : وَاِنَّمَا الْمُنَزَّلُ هُوَ الْكَلَامُ اللفظِيُّ الحادثُ الْمُرَكَّبُ مِنَ الالفاظِ والحروفِ الْمُؤلفةُ مِنَ الايَاتِ وَالسُّوَرِ وهو الْقُرآنُ الْمُعجِزُ الْمُتَحَدَى به لِكونهٖ كَلامُ اللّٰهِ حقيقةً . عَلٰى انهٗ مخلوقٌ لِلّٰهِ تعالٰى ليسَ مِن تَاليفِ الْمَخْلُوقِينَ .لَاعَلٰى مَعْنٰى اَنَّهٗ صِفَةٌ قَائمةٌ بِذاتِهٖ تَعَالٰى لِاَنَّهٗ حادِثٌ وَيَمتنِعُ قِيامُ الحَوَادثِ بِهٖ تعَالٰى .

''(شیخ زادہ مفسر قرآن فرماتے ہیں) جو چیز نازل ہوئی ہے وہ لفظی کلام ہے نو پیدا ہے اور سورتوں اور آیات کے الفاظ اور حروف سے مرکب ہے اور یہی وہ قرآن ہے جو عاجز کر دینے والا ہے جس کا چیلنج دیا جاتا ہے کیونکہ یہ حقیقت میں اللہ کا کلام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے مخلوق کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے۔ اس معنی میں نہیں کہ یہ ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اس لیے کہ یہ نو پیدا ہے اور نو پیدا چیزوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہونا ممتنع ہے''۔

ان الفاظ کے کلامِ الٰہی ہونے کا مطلب اور کیفیتِ وحی جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ حق تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اُن حروف کی آوازیں جبرئیل امین کے لیے پیدا فرما دیتے تھے اور انہیں اس امر کا یقین عطا فرما دیتے تھے کہ یہی وہ عبارت ہے جو کلامِ نفسی قائم بذاتِ تعالیٰ کے معنی ادا کر رہی ہے جیسا کہ بخاری شریف باب کیف بدأ الوحی میں اس قسم کو '' اَشَدُّ عَلَیَّ '' سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ستار اور ہارمونیم وغیرہ

میں بھی قریب قریب حروف پیدا ہو جاتے ہیں ۔تار والے تار کے کھٹکوں سے حروف سمجھ لیتے ہیں وغیرہ اور باری تعالیٰ تو جس طرح چاہیں جو چاہیں محض ارادہ سے پیدا فرما سکتے ہیں ۔وہ اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ ریکارڈ کی طرح پیدا فرما سکتے ہیں۔اشاعرہ فرماتے ہیں کہ یہ عین ممکن ہے کہ باری تعالیٰ کی ذات پاک کی طرح بلاکم وکیف کلام الٰہی بھی ہو اور جس طرح قیامت میں ہمیں ذات پاک کا مشاہدہ حاصل ہوگا، ملائکہ کو کلام الٰہی کا ادراک اسی طرح اب حاصل ہو۔اشاعرہ کی بیان کردہ صورت گزشتہ صورت سے زیادہ بلند واسلم ہے،اوراس صورت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبرئیل سدرۃ المنتہٰی پر اپنے مقام پر ہوں اور وہیں انہیں کلامِ الٰہی عنایت ہو رہا ہو کیونکہ یہ عطاء اور جبرئیل امین کا اس عطاء کو لینا دونوں نہایت بلند رُوحانی اشیاء ہیں ۔اس کے بعد نظم قرآنی جو اُن سے ظہور پذیر ہوتی تھی وہ کلام اللہ ہوتی تھی اور وہ کلام نفسی پر پوری طرح دلالت کرتی تھی ۔

یہ وہ صورتیں ہوئیں جو علماء کرام نے کلامِ نفسی کے ظہور کی بتلائی ہیں جسے " تَلَقُّفِ مَلَكْ " کہا جائے۔ اس کے بعد علماء کرام فرماتے ہیں کہ آسمان اول پر قرآن کریم یک لخت نازل ہوا، اسے قرآن حکیم میں " اَنْزَلْنَا " کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے ارشاد ہوا : اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ پھر جبرئیل امین کا تھوڑا تھوڑا بقدرِ ضرورت لے کر نیچے آنا یہ " تَنْزِیْل " کہلاتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے : نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ نیز ارشاد ہوا نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ اس آیت عظیمہ میں آقائے نامدار ﷺ پر قرآنِ کریم کے نازل ہونے کی اشارۃً کچھ کیفیت بتلائی گئی ہے کہ وہ قلبِ اطہر پر اُتارا جاتا تھا کیونکہ انسان حقیقتاً تمام چیزوں کا ادراک قلب سے کرتا ہے وہ ہی صوفیاء کرام کے نزدیک محل رُوح ہے (اگرچہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ملتا ہے کہ محل رُوح دماغ ہے۔ یہ قول حضرت مولانا انورشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فیض الباری میں دیا ہے اور آج کل کی ڈاکٹری تحقیقات کے عین مطابق ہے لیکن صوفیائے کرام کے نزدیک پہلا قول تقریباً اجماعی ہے)۔

بوقتِ وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آقائے نامدار ﷺ کی رُوحِ مطہرہ کے ساتھ شدید اتصال ہوتا تھا جس کا اثر جسمِ اطہر پر بھی ظاہر ہوتا تھا۔مثلاً حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی ران پر سر مبارک رکھ رکھا تھا کہ وحی کی کیفیت ہوئی، وہ فرماتے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی اَنْ تَرَضَّ فَخِذِیْ ۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وحی کے وقت اتنی شدت ہوتی تھی کہ

سخت سردیوں کے دنوں میں بھی پیشانی مبارک عرق ریز ہو جاتی تھی وَاَنَّ جَبِیْنَہٗ لَیَتَفَصَّدُ عَرَقًا ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند باتوں کی طرف اور بھی توجہ دلائی جائے۔ آپ نے یہ بھی غور فرمایا ہوگا کہ جبرئیل علیہ السلام کے قرآن پاک لیتے وقت یا آسمانِ اول تک اُترنے میں اور پھر قلبِ اطہر تک پہنچانے میں کسی بھی جگہ شیطان کا گزر نہیں، اس لیے ارشاد ہوا لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ ط تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ. (پ ۲۴ سورۂ حم تنزیل السجدۃ)

آپ نے یہ بھی غور فرمایا ہوگا کہ قرآن پاک کی طرح کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی گئی، پچھلی کتابیں لکھی لکھائی اُتاری گئیں۔

اتنی مشقت میں باطل سے کتنی زیادہ حفاظت ہوگئی، اور مشقت سے اتنی عظیم چیز حاصل ہوئی ہو تو وہ کتنی محبوب ہوگی۔ اسی لیے آقائے نامدار ﷺ کو قرآن عظیم سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ اور یہ طبع مبارک میں رچا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآنَ آپ کی عادت وہ تھی جو قرآن پاک ہے۔ گویا دونوں ایک ہی چیزیں ہیں، اِسے پڑھ لو اُنہیں دیکھ لو۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں یہ فتنہ پیدا ہوا اور بفضلِ خدا ہمیشہ کے لیے ختم بھی ہوگیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھایا کہ کلام اللہ عِلم ہے اور علم خدا کی صفت ہے وہ مخلوق نہیں ہے لہٰذا کلام اللہ بھی مخلوق نہیں ہے۔ آپ حضرات یہ بات اس طرح بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ جب آپ کسی کی کوئی بات نقل کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں صاحب نے یہ کہا تھا اُن کے الفاظ بعینہٖ یہ ہیں۔ گویا آپ نے الفاظ کی نسبت متکلم (کہنے والے) ہی کی طرف کی کیونکہ نقل کرنے والا الفاظ کی نسبت اپنی طرف نہیں کیا کرتا۔

بس یہی حال کلامِ الٰہی کا ہے کہ وہ الفاظ چاہے کسی کی زبان پر جاری ہوں خدا کے ہی ہیں۔ وہ کلام الٰہی ہے گو کسی کی زبان سے ظاہر ہو رہا ہو اور اُس کے ظہور کا ذریعہ کسی کی بھی آواز ہو اور قرآن کے الفاظ ہوں یا معنی سب کلام اللہ ہیں۔ رہا یہ امر کہ آیا پڑھنے والے کی آواز بھی قدیم ہے تو اس کے بارے میں امام احمدؒ نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ وہ غیر مخلوق ہے بلکہ اُنہوں نے صراحت کی ہے کہ آواز پڑھنے والے ہی کی ہوا کرتی ہے۔ آواز کے قدیم ہونے کا اُنہوں نے کبھی دعوٰی نہیں فرمایا۔ اور حدیث شریف میں آتا ہے زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ یعنی قرآن پاک کو اپنی آوازوں سے مزین کرو، گویا حدیث میں آواز کی نسبت آدمی ہی کی طرف کی گئی ہے۔ البتہ امام احمدؒ نے

اس فساد کے دروازہ کو بند کرنے کے لیے دونوں باتیں کہنیں منع کردی تھیں کہ اگر کوئی کہتا تھا کہ میری زبان سے قرآن پاک کے جو الفاظ نکل رہے ہیں وہ مخلوق ہیں تو اُسے بھی ناپسند فرماتے تھے اور اگر کوئی کہتا تھا کہ میری زبان سے نکلنے والے الفاظ غیر مخلوق ہیں تو اُسے بھی ناپسند فرماتے تھے۔

کچھ زمانہ گزرا تو لوگوں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب غلط لینا شروع کردیا اور کہنے لگے کہ ہماری زبان سے نکلنے والے الفاظ، قاری کی آواز بلکہ روشنائی اور ورق جب قرآن پاک لکھا جا چکے اُس وقت غیر مخلوق ہیں اور قدیم ہیں۔ یہ امام احمدؒ کے شاگرد امام بخاریؒ کے زمانہ کی بات ہے۔ لہٰذا امام بخاریؒ نے اس خیال کا رَد فرمایا اور تصریح کی کہ بندوں کی آوازیں مخلوق ہوتی ہیں۔ اس مسئلہ میں وہ خود ایک آزمائشی دَور سے گزرے جس کا قصہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب بخارٰی سے جلاوطن کردیئے گئے تو ان کے اُستاد محمد بن یحیٰی ذہلی نے نیشاپور بلالیا اور اپنے شاگردوں کو شہر سے باہر آکر مع اپنے حلقہ اثر کے امام بخاریؒ کا استقبال کیا اور ان سے علمِ حدیث حاصل کرنے کی ترغیب دی اور اپنے شاگردوں کو منع کردیا کہ امام بخاریؒ سے اس مسئلہ میں گفتگو نہ کریں۔

یہ سلسلہ درس چلتا رہا حتی کہ بعض فسادیوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دن سوال شروع کردیا کہ لفظ بالقرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دینے سے گریز کیا لیکن اس کا سوال جاری رہا تیسری دفعہ آپ نے ایک نہایت نفیس جواب دیا **اَلْقُرْاٰنُ کَلَامُ اللّٰہِ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ وَاَفْعَالُ الْعِبَادِ مَخْلُوْقَۃٌ وَالْاِ مْتِحَانُ بِدْعَۃٌ** . امام بخاریؒ نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کی حرکات، آوازیں، لکھنا سب مخلوق ہیں۔ قرآن پاک جو دلوں میں محفوظ ہے غیر مخلوق ہے۔ ارشادِ ربانی ہے **بَلْ ھُوَ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ**.........

لیکن ان لوگوں نے شور مچایا بات نہ سمجھنے دی اور ایک فتنہ کھڑا کردیا حتی کہ امام بخاریؒ کو وہاں سے بھی جانا پڑا۔

رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کی سہ پہر کو بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

شیخ الاسلامؒ سیمینار

منعقدہ 6/مارچ 2005ء

﴿رپورٹ : ابومعاویہ محمد اشرف علی صاحب﴾

۲۴/محرم الحرام ۱۴۲۶ھ/۶/مارچ ۲۰۰۵ء بروز اتوار، آزادی ہند کے عظیم مجاہد شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وکارنامے بیان کرنے کے حوالے سے ملکی سطح پر پہلا ''شیخ الاسلام سیمینار'' وقت مقررہ پر جامعہ سیّدنا اسعد بن زُرارہؓ بہاولپور کے زیرِ اہتمام منعقد ہوا۔ پنڈال ڈھائی ایکڑ اراضی پر انتہائی خوبصورتی سے بنایا گیا تھا جبکہ سٹیج ۱۶×۷۰ کا تھا۔ پنڈال کے اندر حضرت شیخ الاسلامؒ کے متعلق ان کے معاصرین اور دیگر مشاہیر کے اقوال پر مبنی بینرز آویزاں تھے، شرکاء کے قافلے رات سے ہی پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی، نبیرہ حضرت شیخ الاسلام حضرت سیّد محمود اسعد مدنی، نواسہ حضرت شیخ الاسلام مفتی سیّد محمد سلمان منصور پوری سمیت کئی مشاہیر کا بہاولپور ائیر پورٹ پر تاریخی اور مثالی استقبال کیا گیا۔ استقبال کرنے والوں میں جے یو آئی ضلع بہاولپور کے عہدیداران اور جامعہ سیّدنا اسعد بن زُرارہؓ کے معاونین اور محبین شامل تھے جنہوں نے جمعیت کے پرچموں کے زیرِ سایہ مہمانانِ کرام کو بڑے جلوس کی شکل میں جامعہ تک پہنچایا۔

سیمینار کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعد ازاں ہدیہ نعت پیش کیا گیا۔ اس سیمینار کے میزبان مفتی سیّد محمد مظہر اسعدی نے جامع خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ آپ نے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور سیمینار کے انعقاد کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے کہا: ''سیمینار کی غرض سنت اللہ کی اتباع ہے جیسا کہ سورہ ہود کے آخری رکوع کی آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں ہم آپ کو انبیاء ورُسل، اُممِ سابقہ، صالحین کے صالح کردار اور ان کے معاندین کے انجام کو اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کو تسکین قلب اور ثابت قدمی نصیب ہو۔ اطمینان قلب کا ہر مومن محتاج ہے مگر ہمارا محتاج ہونا سب سے اہم ہے۔ آپ ﷺ نے خود فرمایا میری اُمت کا آخری حصہ سب سے زیادہ آزمائشوں میں ہوگا، لہٰذا اللہ والوں کا

ذکرِ خیر اور ان کے معاندین کے انجام کا بیان سنت اللہ اور سنتِ رُسل بھی ہے۔ انہوں نے شیخ الاسلامؒ کی نسبت سے سیمینار کے انعقاد کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا: موجودہ معاشرہ میں ہمارے اُوپر استحصالی طاغوتی طاقت (امریکہ، برطانیہ) کے بے پناہ مظالم کے باوجود اللہ کی نصرت ہم سے دُور اور دشمن ہمارے سامنے اپنے غرور میں ناچ رہا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے کثیر تعداد کا تعیّشات کا عادی ہو جانا، مجاہدہ کی زندگی سے گھبرانا اور آرام پرستی کا مزاج اپنانا بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے اللہ کے خوف کی بجائے ہم پر طاغوت کا خوف بڑھتا جا رہا ہے۔ ہمیں مشقت اور مجاہدہ کی زندگی میں موت نظر آتی ہے اور بے نفسی کی زندگی میں نہایت گمنامی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے علاج کے لیے ضروری ہے کہ عالمِ ربانی کی مجاہدانہ زندگی اور بے نفسی کی صفات کے حامل حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی کو بطورِ نمونہ سامنے رکھا جائے تاکہ ہمیں اپنی قیادت اور اپنے بزرگوں کی زندگیوں کی قدر ہو سکے اور ہم اپنے مجاہدہ، بے نفسی، تعلق مع اللہ والی زندگی کے ذریعے دُشمنِ اسلام کو مغلوب کر سکیں، دینِ اسلام کا غلبہ بصورت نظام ہم دیکھ سکیں۔ اگر خدانخواستہ ہم اور ہماری آنے والی نسل اس زندگی سے دور ہوتی چلی گئی تو اللہ کریم اپنی سنتِ قدیم کے مطابق ہمارا محتاج نہیں کہ وہ ہم سے ہی اس دینِ متین کی حفاظت کروائے۔

وطنِ عزیز پاکستان میں آج تک اسلامی نظام نافذ نہیں ہوا بلکہ ہر آنے والا حکمران بے دینی اور سیکولر زندگی اپنانے کی ترغیب دے رہا ہے جہاں اس کی اور بہت سی وجوہ ہیں ان میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد آنے والے غدار حکمرانوں اور ظالم سیاستدانوں نے وطنِ عزیز کی سالمیت سے کھیلنے والوں کو عزت بخشی۔ یہ وہی طبقات ہیں جنہوں نے مجاہد فی سبیل اللہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی شخصیت پر کیچڑ اُچھالا۔ آج حالات نے ثابت کر دیا کہ اس مردِ قلندر کے قیامِ پاکستان کے وقت جو شکوک تھے وہ دُرست تھے۔

شیخ الاسلامؒ کی زندگی کے تعارف کے لیے مناسب سمجھا کہ جہاں ان کی حیات و کارنامے قوم کے سامنے لائے جائیں وہاں اُن کے براہِ راست شاگردوں کو بھی لایا جائے تاکہ ہر شخص یہ مشاہدہ کر لے کہ اسلاف کے حقیقی نمونے اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی کے طرز کے امین اس طرح کے ہیں۔ اس طرح اُمتِ مسلمہ بالخصوص پاکستانی عوام اپنی اصلاح کر کے غلطیوں پر نادم ہو کر سچے دل کے ساتھ اللہ کریم سے رجوع کرے۔ اسی طرح شیخ الاسلامؒ سیمینار کے ذریعے اس گمانِ باطل کا رد بھی کیا جانا مقصود ہے کہ دین پر آج کل کے دور میں چلنا

بہت مشکل ہے، کسی ایک شعبہ میں کام کرنے والا دین کے بقیہ شعبوں کی ضرورت سے بے نیاز ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی سیرت و کردار سامنے آنے سے اس باطل نظریئے کا علاج بھی ہوجاتا ہے۔

مفتی مظہر اسعدی نے اس سیمینار کے لیے سرزمین بہاول پور کے انتخاب کے حوالے سے حاضرین کو بتایا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ مدینہ منورہ میں اپنے تدریسی مشاغل کے ساتھ موجود تھے تو اُس وقت نواب آف بہاولپور، بہاول خاں اول بغرض زیارت حرمین شریفین گئے تو نواب صاحب کو عرب و عجم کے مابین ترجمانی کے لیے ایک جید عالمِ دین کی تلاش تھی تو حضرت شیخ الاسلامؒ کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اور مسجد نبوی کی مصروفیات کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے، لہٰذا کچھ وقت کے حصول کے لیے درخواست کی۔ حضرتؒ نے نواب صاحب کی اس مخلصانہ درخواست کو قبول فرمایا۔ یہ حضرت مدنیؒ کا بہاولپور سے تعلق کا پہلا قدم تھا۔

آخر میں یہ بات عرض کرتا چلوں کہ مارچ کے مہینہ کو ہی کیوں منتخب کیا گیا اس کی دو مناسبتیں ہیں۔

(۱) ہندوستان کی زمین پر دہلی میں شیخ الاسلامؒ سیمینار جب ہوا تو وہ بھی ماہِ مارچ تھا۔

(۲) حضرت شیخ الاسلامؒ ریاست بہاولپور کی بستی دین پور میں جب دوسری مرتبہ تشریف لائے اور سلسلہ قادریہ میں حضرت خلیفہ غلام محمد دینپوریؒ نے اجازت بیعت والی نعمت سے نوازا تو وہ بھی مارچ کا مہینہ ہی تھا۔

افتتاحی خطاب کے دوران حضرت شیخ الاسلامؒ کے تلمیذ شیخ الحدیث مولانا گل محمد آف تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں نے اپنے تاثرات تفصیل سے بیان فرماتے ہوئے کہا: اللہ ہم کو زندہ رکھ کر ایک بہت بڑے کام اور اس ملک میں ایک بہت بڑے نام کی یاد تازہ کررہے ہیں خصوصاً مفتی صاحب جن کا روحانی تعلق شیخ الاسلامؒ سے ہے اور اس شہر میں کچھ عرصہ سے آپ کے مراتب اور منازل کے ترجمان ہیں۔ اللہ نے ان کو یہ شرف بخشا ہے کہ انہوں نے حضرت مدنیؒ کے نام پر ایک سیمینار منعقد کیا ہے۔ حضرت مولانا مدنیؒ سنت کے اتنے پابند تھے کہ فرمایا کرتے تھے میرے ساتھیو! میرے شاگردو! ساری دنیا کی باتیں چھوڑدو لیکن کبھی تم سے اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کے خلاف کوئی کام نہ ہونے پائے۔ اللہ نے دارالعلوم دیوبند کو علم کا گہوارہ بنایا ہے، کسی طالب علم کے ساتھ کبھی ترش رُوئی سے پیش نہیں آئے۔ حضرتؒ نے فرمایا جو لوگ میرے دروازہ پر آتے ہیں اپنا رزق خود لے کر آتے ہیں اور ان کا مجھ پر احسان ہے۔ آپؒ کی زندگی صحابہؓ والی زندگی تھی۔

ان کے بعد مفتی محمودؒ اکیڈمی کراچی کے مینجنگ ڈائریکٹر جناب محمد فاروق قریشی صاحب نے ''شیخ الاسلامؒ

کی حیات وخدماتِ سیاسی پر ایک سرسری نظر'' کے عنوان سے مقالہ پیش کیا، انہوں نے کہا : '' شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی ؒ برصغیر میں حق وصداقت کی علامت، عزم وہمت کی مثال، صاحبِ عزیمت، رہبرِ طریقت، جرأت وشجاعت کا پیکر، بانیانِ دارالعلوم کے ترجمان اور شیخ الہندؒ کے حقیقی جانشین تھے۔ شیخ الاسلام ؒ کی خلعتِ فاخرہ اُن کی قامتِ زیبا پر سجتی تھی، اُن کے علم وسیرت نے علمائے حق کو وقار عطا کیا تھا، وہ فراستِ مومن کی مثال تھے۔ ولی اللّٰہی بصیرت اس دور میں مدنی پیکر میں ڈھل گئی تھی اور ان کا وجود گرامی وقت کی تاریک راہوں میں چراغِ ہدایت بن گیا تھا۔

ایسا تو نہیں ہے کہ تحریکِ آزادی کے جدید مؤرخین نے انہیں نظرانداز کر دیا ہو.....! اگرچہ ان کے مخالفین کی ان کی زندگی اور بعد میں بھی کمی نہیں رہی لیکن سنجیدہ اہلِ قلم نے جہاں انہیں تنقید کا نشانہ بنایا ہے وہاں ان کی خدمات کا اعتراف بھی کیا ہے۔ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ جن لوگوں نے انہیں مخاصمانہ تنقید کا نشانہ بنایا تھا ان کی تنقیدیں ہی حضرت مدنی ؒ کی عظمت کی گواہ بن گئی ہیں۔ انہوں نے جس شدت کے ساتھ حضرتؒ کی شخصیت، اُن کے فکر ودعوت، مسلک اور خدمات کی نفی کی ہے۔ اسی شدت کے ساتھ ان کی شخصیت کی عظمت، فکر کی صداقت، مسلک کی صحت اور خدمات کی اہمیت کا نقش اُجاگر ہوا ہے''۔

چوہدری خلیق الزماں نے یومِ آزادی کے جلسہ آرام باغ کراچی کی ایک تقریر میں کہا تھا : ''ابوالکلام آزادؒ اور حسین احمد مدنی ؒ کو ہم نے کون سی گالی نہیں دی تھی؟ لیکن جن کو ہم نے پاکستان کے نام پر بھڑکایا تھا اور ان کے خلاف استعمال کیا تھا، ہم انہیں کو مصیبت میں چھوڑ کر بھاگ آئے اور مدنی وآزاد ہی نے ان کے زخموں پر مرہم رکھا''۔

معروف محقق ومصنف ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری (کراچی) کی طرف سے ارسال کردہ کلماتِ تہنیت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب نے سامعین کے گوش گزار کیے۔ اس میں سے کچھ جملے ملاحظہ فرمائیں: ''شیخ الاسلامؒ سیمینار کے انصرام واہتمام کی خبر سے انتہائی خوشی ہوئی، مولانا مفتی سیّد محمد مظہر اسعدی کا شمار اصحابِ درس وافتاء میں ہوتا ہے۔ شیخ الاسلامؒ سیمینار کا فیصلہ کر کے انہوں نے اپنے آپ کو اصحابِ عزیمت اور رجالِ کار میں شامل کر لیا اور صرف اتنا ہی نہیں اپنے آپ کو آزمائشوں اور امتحانات کے حوالے کر دیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس امتحان میں سرخرو فرمائے اور آزمائشوں میں ثابت قدم رکھے''۔

ایک زمانہ تھا کہ لوگ حضرت ؒ کو شیخ الاسلامؒ کے لقب سے پکارنا تو درکنار حضرتؒ کا نام لیتے ڈرتے تھے اور دارالعلوم دیوبند اور جمعیت علمائے ہند کے ذکر میں احتیاط برتتے تھے۔ آج حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے حق کا کیسا بول بالا ہوا ہے۔

بہاولپور کا یہ شیخ الاسلام ؒ سیمینار کئی اعتبار سے تاریخ دعوت وعزیمت کا ایک یادگار واقعہ قرار پائے گا۔ آج کا واقعہ تخم ریزی کا عمل ہے، کل جب یہ تخم برگ وبار پیدا کرے گا تب اس کی اہمیت کا اندازہ کیا جائے گا اور کیا تعجب کہ مستقبل میں یہ تاریخ کا ایک یادگار واقعہ قرار پائے اور پھر خود اِس کی تاریخ لکھی جائے۔

جن اصحابِ بصیرت کی نظر پاکستان کے ابتدائی حالات پر ہے، وہ حیرت زدہ ہیں کہ یہ کیسے کایا پلٹی ہے کہ ان کے احترام میں سب کے سر جھکے ہوئے ہیں۔ مخالفین سوچتے ہیں کہ ان کی باتوں میں کوئی وزن اور سیر توں میں کوئی بات تو ہے کہ اِن کے سامنے عقلیں متحیر اور زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، بوڑھے خاموش ہیں اور نوجوان ان سے پوچھتے ہیں، یہ ویسے تو نہیں جیسے آپ نے ہمیں ان کے بارے میں بتایا تھا! کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کے احترام میں آپ سے کوتاہی واقع ہوئی ہو؟ نہ بوڑھوں کی خاموشی ٹوٹی ہے نہ نوجوانوں کو جواب ملتا ہے، لیکن جب انقلاب آتا ہے تو اُس کے اثرات فضا میں سرایت کر جاتے ہیں اور ہوا کی لہریں بتا دیتی ہیں کہ ایک نیا موسم آ گیا ہے، یہ بتانے کے لیے کہ چمن میں موسمِ گل آ گیا ہے، کسی اعلان کرنے والے کے اعلان کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے تلمیذ و بیعت یافتہ حضرت مولانا عبدالحئیؒ صاحب جامپوری نے اپنی یادوں کے عنوان سے سامعین کو معلومات فراہم کیں، آپ نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا: ''اس سیمینار کے انعقاد پر ہمارے سر فخر سے بلند ہیں۔ حضرت مدنی ؒ نے فرمایا اٹھارہ سال سے میں نے تکیہ رکھ کر سونا چھوڑ دیا ہے تاکہ کبھی جیل جانا پڑے تو طبیعت میں اُکتاہٹ نہ ہو۔ جب ہم فارغ ہو کر جانے لگے تو اس وقت یہ بات حضرت نے بیان فرمائی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا کہ جتنا ہم نے حضرت مدنی ؒ کو نماز میں روتے دیکھا ہے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ سہ ماہی امتحان کے بعد ہم نے ارادہ کیا کہ حضرت تھانویؒ کی زیارت کرنی چاہیے۔ جمعہ کا دن تھا، جمعہ وہیں پڑھا۔ ہمارے دل میں ایک تصور تھا حضرتؒ اور اِن کے اختلاف کا۔ خدا جانے کیا بنے گا۔ تو حضرت تھانویؒ نے پوچھا بھائی! میرے بھائی حضرت مدنی ؒ کا کیا حال ہے؟ ہم نے کہا حضرت عافیت سے ہیں تو یقین جانیے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا کہ کاش! بزرگوں کے منصب پر بیٹھنے کا جو اُن کو مرتبہ ملا ہے ہم غریبوں کو نصیب ہو جاتا اور پھر

فرمایا، جاتے ہوئے، سب سے پہلے میری طرف سے سلام پیش کرنا اور حسنِ عاقبت کے لیے دُعا کی درخواست بھی کرنا۔ میں نے بیعت ہونے کے بعد حضرت مدنیؒ سے عرض کیا کہ کوئی وظیفہ تو ارشاد فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا علم پڑھنے پڑھانے والے کے لیے کسی اور وظیفہ کی ضرورت ہوتی ہے؟ علم پڑھو اور پڑھاؤ بس یہی وظیفہ ہے، اور فرمایا کہ کیا اصحاب صفہؓ یہی کرتے یا کوئی اور وظیفہ کرتے تھے؟

اب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان کی شفقت، ہمدردی، مجاہدہ اور تبحر علم یہ ہمیں دعوت دے رہا ہے کہ آج کے عالمِ دین کے لیے مولوی بن جانا کافی نہیں کچھ اس میں رُوح بھی ہو۔ ہمیں عملی طور پر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ اسلام اعلیٰ و برتر چیز ہے تو اس کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ہم اُس دور کی یاد تازہ کریں کہ جب سلطنتِ عباسیہ کے دور میں چنگیز خان نے قبضہ کیا تھا اور تمام مسلمانوں کو اُس وقت تتر بتر کر دیا تھا تو مسلمانوں نے یہی تبلیغ دین کا طریقہ اختیار کیا تھا تو نتیجہ یہ ہوا کہ سارے عالم کو مسلمان کر دیا''۔

حضرت مدنیؒ کے تلمیذ مولانا محمد مجاہد ایم پی اے نوشہرہ نے اپنے خطاب میں کہا: ''جو جہاد حضرت مدنیؒ نے انگریز جابر کے خلاف کیا، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک مقدمہ پیش ہوتے وقت جج نے کہا کہ مولوی صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ اس کا فیصلہ کیا ہوگا؟ تو آپؒ نے فرمایا ہاں مجھے معلوم ہے اس لیے کفن ساتھ لایا ہوں۔ حضرت مدنیؒ انگریز کے لیے ایک کھلی ہوئی تلوار تھے۔ بہرحال اس زمانے میں مجھے کوئی ایسی جامع شخصیت نظر نہیں آتی''۔

وفاق المدارس العربیہ کے ناظمِ اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے شیخ الاسلام سیمینار کو ایک یادگار سنگ میل قرار دیتے ہوئے کہا: ''حقیقت یہی ہے کہ ہمیں اپنے اس زمانے میں ایسی جامع شخصیت حضرت مدنیؒ کے علاوہ نظر نہیں آتی۔ وہ مسلمانوں کے سیاسی حالات پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ ہم جو آج آزاد فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں اور جو ہندوستان میں آزادی سے رہ رہے ہیں یہ سب حضرت مدنیؒ کے صدقے ہے۔

حضرت تھانویؒ سے پوچھا کہ کیا حضرت مدنیؒ مجدد ہیں؟ تو حضرتؒ نے فرمایا بلاشبہ حضرت مدنیؒ مجدد ہیں۔ اکابر کا آپس میں احترام تھا۔ ان کا تذکرہ ایک کستوری ہے کہ جتنا آپ اس کو چھیڑیں گے اتنی زیادہ اُس کی خوشبو مہکے گی''۔

جامعہ قاسمیہ مرادآباد کے شیخ الفقہ اور حضرت مدنیؒ کے نواسہ محترم مفتی سیّد محمد سلمان صاحب منصور پوری

نے ''شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کی شخصیت کے روشن نقوش'' کے عنوان سے اپنا وقیع مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ: ''شیخ الاسلام، قطب عالم، حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کی وفات کو سینتالیس سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا ہے لیکن آج بھی آپ کی یاد کے تابندہ نقوش عوام وخواص کے دلوں پر ثبت ہیں۔ جب آپ کا اسمِ گرامی کسی مجلس میں لیا جاتا ہے تو نگاہیں عقیدت واحترام سے جھک جاتی ہیں اور دل عظمت وجلال سے معمور ہو جاتے ہیں۔ شیخ الاسلامؒ کا لقب ایک ایسی بلند پایہ شخصیت کا عنوان بن گیا ہے جو اپنے دور میں ان علمی، عملی اور رُوحانی کمالات کا مجموعہ تھی جن کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ علمی گیرائی، زہد وتقوٰی، اخلاقِ فاضلہ، رشد وہدایت اور معرفتِ الٰہیہ اور محبتِ ایزدی کا وہ پیکرِ محسوس جس نے پون صدی سے زیادہ خلقِ خدا کے درمیان رہ کر نبوی سیرت وکردار کا شاندار عملی نمونہ دُنیا والوں کے سامنے پیش کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ عرفان ومحبت سے سرشار لوگ جب دنیا میں نورِ ہدایت کی کرنیں پھیلانے پر آتے ہیں اور مخلوق کی نفع رسانی کا جب بیڑا اُٹھاتے ہیں تو دنیا کی کوئی رُکاوٹ اُن کے لیے رُکاوٹ نہیں رہتی اور زمانہ کے ہزار نشیب وفراز اُن کے پائے استقلال میں کوئی ادنیٰ سی جنبش پیدا کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ ایک معمولی غیر معروف طالب علم ''حسین احمد'' سے بڑھکر ''شیخ الاسلام'' اور ''شیخ العرب والعجم'' کیسے بنے؟ آپ کی شخصیت سازی کے بنیادی عوامل کیا تھے؟ جب اس موضوع پر غور کیا جاتا ہے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ آپ کی حیاتِ مقدسہ ان اسباب وعوامل سے پوری طرح آراستہ تھی جو کسی بھی شخصیت کو بفضلِ خداوندی عزت ومرتبہ اور مقام ومنصب عطا کرنے میں سب سے زیادہ دخیل ہوتے ہیں۔ آپ کی شخصیت کو نکھارنے میں بتدریج درج ذیل عوامل نے بنیادی کردار ادا کیا : (۱) تعلیم (۲) تزکیہ (۳) علمی انہماک (۴) اُستاذ کی خدمت (۵) ملت کی فکر (۶) جذبۂ خدمت (۷) اخلاقِ فاضلہ

انہوں نے آخر میں دعوتِ فکر دیتے ہوئے کہا: ''اس مختصر مضمون میں حضرت شیخ الاسلامؒ کی شخصیت کے جن روشن نقوش کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ اس قابل ہیں کہ ہم سب ان کو اپنی زندگی میں نمایاں کرنے کی کوشش کریں اور حضرت شیخ الاسلامؒ سے اپنے قابلِ فخر رُوحانی انتساب کا حق ادا کرنے کی جدوجہد کریں۔ اس بارے میں ہمارا عزم اور پختہ ارادہ ہی درحقیقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں سب سے بڑا خراجِ عقیدت ہوگا۔ ہمارے ہر عمل سے یہ ظاہر ہونا چاہیے کہ ہم صرف زبانی حد تک ہی مدنی نسبت کے حامل نہیں بلکہ سیرت وکردار میں

بھی ہم آپ کی ذات والاصفات کو اپنا نمونہ مانتے ہیں''۔

پہلی نشست کا اختتام یادگارِ اسلاف جے یو آئی پنجاب کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کی دُعا پر ہوا۔

دوسری نشست پون گھنٹہ کے وقفہ کے بعد تلاوتِ کلامِ پاک سے شروع ہوئی۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف خان آف پلندری آزاد کشمیر نے اپنی گفتگو میں کہا: ''امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ اپنے تعزیتی پیغام میں کہتے ہیں کہ ہم حضرت مدنی رحمہ اللہ کے دل کو خدا کی طرف ہر وقت جھکا ہوا پاتے ہیں۔ ایک ایک مجلس میں کئی کئی ہزار لوگ بیعت ہوئے تھے۔ یہ بات ہمارے شیخ کے مقبول ہونے کی عظیم علامت ہے۔ ہمارے حضرت میں جنتیوں کی علامتیں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ ہم دعوٰی سے کہہ سکتے ہیں جہاں جہاں مدارس میں حدیث کی خدمت ہو رہی دو حصہ حضرت کے شاگرد ہیں بلاواسطہ یا بالواسطہ''۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذ علامہ ڈاکٹر خالد محمود آف لندن نے سیمینار منعقد کرنے پر بھرپور مبارکباد دی اور دِلسوزی سے آپؒ کی تعلیمات کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا: ''دارالعلوم دیوبند وہ مرکز ہے جس نے اپنے خیالات پیش نہیں کیے اُوپر سے روایات لیں اور اسی کو آگے تک پہنچایا۔ دارالعلوم دیوبند کو حضرت مدنی رحمہ اللہ کی نسبت سے نسبتِ حسینیؓ ملی۔ قربانی دینے میں، کفن ساتھ رکھنے میں، سر کٹانے میں، جو تاریخ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی وہ کسی کی نہیں تھی۔ ہندوستان کے بڑے بڑے مدارس نے یہ فیصلہ کیا دارالعلوم دیوبند کے احترام میں دورہ شروع نہیں کریں گے۔ تمام کتابیں اپنے مدارس میں پڑھاتے لیکن دورہ حدیث کی کتابیں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے قدموں میں جا کے پڑھتے۔ بزرگانِ دین کو خراجِ تحسین پیش کرنا یہ ہے کہ ہم اُن کے نقشِ قدم پر چلیں''۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذ، مفسرِ قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ: ''شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ عالمِ اسلام کی اُن عظیم شخصیات میں سے تھے جنہوں نے مشکلات اور مصائب کے دور میں اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی کی اور دینی، علمی، رُوحانی اور سیاسی ہر محاذ پر علماءِ حق کی جراٴت مندانہ قیادت فرمائی۔ اپنے شیخ مولانا محمود حسنؒ کی طرح حضرت مدنی رحمہ اللہ بھی علم، احسان اور جہاد کے تینوں اوصاف سے پوری طرح متصف اور ان صفاتِ حسنہ کے جامع تھے۔

آج جبکہ دنیائے اسلام کی صورتِ حال یہ ہے کہ برطانیہ، فرانس اور دیگر یورپی استعماری طاقتوں سے

آزادی حاصل کرنے والے بیسیوں مسلم ممالک اور اقوام ابھی نوآبادیاتی اور استعماری دور کے اثرات سے نجات حاصل نہیں کر پائے تھے کہ امریکی استعمار اُن پر نئے انداز اور اس سے کہیں زیادہ قوت کے ساتھ مسلط ہوگیا ہے اور مسلم اُمہ کو سیاسی، معاشی اور عسکری لحاظ سے محکوم و مغلوب کرنے کے بعد ان کے عقیدہ و ایمان اور تہذیب وثقافت کو ملیامیٹ کرنے کے درپے ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے اسی جذبہ حریت کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے''۔

حضرت مدنیؒ کے تلمیذِ رشید محدث جلیل حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے علیل ہونے کے باوجود مختصر خیالات کا اظہار کیا اور اپنا تحریری مقالہ عنایت فرمایا۔ انہوں نے گفتگو کرتے ہوئے کہا: ''حضرت مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کی زندگی اور خدماتِ دینی وملی کا احاطہ اس مختصر وقت میں ممکن نہیں اور نہ ہی ان کی دینی وملی جدوجہد کے کسی ایک گوشے اور پہلو کو ایک محفل میں پوری طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے دامن تربیت سے فیض پایا تھا۔ وہ اپنی عادات، اخلاق اور اوصاف وکمالات کے حوالہ سے اپنے عظیم اُستاذ اور مربی کے پرتو نظر آتے تھے اور اسی وجہ سے انہیں جانشین شیخ الہندؒ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے جس سے ان کے علمی وعملی مقام کا صحیح طور پر اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ ایک جامع الصفات شخصیت تھے۔

آج ہم علم وفضل، جہدوعمل، سلوک واحسان اور غیرت وحمیت کے اسی پیکر کی خدمات کا تذکرہ کررہے ہیں، ان کی حسین یادوں کو تازہ کررہے ہیں اور ایسے حالات میں انہیں یاد کررہے ہیں جب عالم اسلام پہلے سے کہیں زیادہ مصائب وآلام کا شکار ہے۔ ظالم وجابر استحصالی قوتیں مسلمانوں کو اُن کے دین واخلاق اور عقیدہ وثقافت سے محروم کرنے کے لیے اپنی پوری قوت اور توانائی کے ساتھ مصروفِ عمل ہیں اور ہم راہنمائی اور قیادت کے لیے حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شیخ الاسلامؒ جیسی شخصیات کی تلاش میں ہیں۔ وہ بزرگ تو اب واپس نہیں آئیں گے کہ یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے لیکن اُن کی روایت اور اُسوہ تو ہمارے سامنے موجود ہے اور ان کی حیات وجدوجہد کے قابلِ تقلید مراحل ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ ان سے راہنمائی حاصل کرکے ان کے نقشِ قدم پر چل کر اور ان کی روایت کو زندہ کرتے ہوئے آج بھی اُمتِ مسلمہ کو اس کی تاریخ کے سب سے بڑے بحران سے نکالا جاسکتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرؤف غزنوی نے پُرزور انداز میں اپنے مقالہ میں آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو اُجاگر کرتے ہوئے کہا: ''شیخ الاسلامؒ ایک سورج ہیں جن کا نور پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کوتاہیوں کی اصلاح حضرت شیخ الاسلامؒ کی خصوصیات کی روشنی میں کریں۔

حضرت شیخ مدنیؒ کی عظمت کا راز یہی تھا کہ وہ سرتاپا اخلاص تھے اوران کا ہر کام چاہے وہ رات کی تہجد ہو یا سیاسی کام سب کچھ اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا''۔

حضرت مدنیؒ کے معاون خصوصی اور شاگردِ رشید حضرت مولانا سیّد اصلح الحسینی صاحب نے کہا کہ: حضرت مدنیؒ سے بیس سالہ رفاقت کی آج بھی میرے دل میں یاد تازہ ہے۔آپ کی زندگی عین شریعت کے مطابق تھی۔آپ ایسے نکاح میں ہرگز شرکت نہیں کرتے تھے جس میں دلہن کو بھاری حق مہر دیا جاتا تھا''۔

جمعیت علماء اسلام بنگلہ دیش کے مرکزی ناظم عمومی اور رکن قومی اسمبلی مفتی محمد وقاص صاحب نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ:''اس تاریخی سیمینار میں شرکت میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے،ہم ان شاء اللہ بنگلہ دیش کی سطح پر شیخ الاسلام سیمینار کا بہت جلد انعقاد کریں گے۔ ہمارے اکابرین دین کی جماعت مجددِ دین کی جماعت ہے۔حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرمایا کرتے تھے کہ''اللہ نے حضرت مدنیؒ کے اندر جملہ اکابر کی خصوصیات کو جمع کر دیا تھا''۔

حضرت مدنیؒ کے پوتے حضرت مولانا سیّد محمود اسعد مدنی نے اپنے مختصر خطاب میں کہا :''اس اجتماع میں ہماری حاضری بہت بڑی سعادت ہے۔آپ حضرات نے یاد کیا،شکرگزار ہوں اوراس بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ مولانا سلمان صاحب اور چچا جان موجود ہیں وہ حضرات حضرت شیخ الاسلامؒ پر بیان فرمائیں گے۔اللہ رب العزت اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اوران کے اخلاص اور جو کمالات تھے ان تک کوئی نہیں پہنچ سکتا لیکن کچھ نہ کچھ ان کے نقوش پر چلنے کی کوشش کریں گے تو اللہ توفیق دیدے گا''۔

حضرت مدنیؒ کے نواسہ مفتی سیّد محمد سلمان منصور پوری نے خصوصی خطاب بھی کیا انہوں نے کہا: ''حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کی زندگی میں تقوٰی کا پہلو سب سے نمایاں ہے اورآپ کو جو بلند مقام اور مرتبہ ملا وہ اسی تقوٰی کی بناء پر ملا۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ آخری مرتبہ ۱۹۵۵ء میں حج کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں آپ کے چھوٹے بھائی سیّد محمود موجود تھے۔انہوں نے بہت اعلیٰ انتظام کیا اوراصرار کرتے رہے کہ حضرت اب ہندوستان آزاد ہوگیا،اب آپ اہل وعیال کے ساتھ یہاں تشریف لے آئیں۔حضرت منع کرتے رہے یہاں تک کہ رُخصت

ہونے کا دن آیا تو بھائی رو رہے تھے اور فرمارہے تھے کہ حضرت یہاں آپ کو نبی کریم ﷺ کا قرب حاصل ہوگا۔ تو حضرتؒ نے ٹھنڈی سانس بھر کر فرمایا: ''مجھے وہاں بھی قرب حاصل ہے''۔ کیوں؟ اس لیے کہ زندگی قرب والی گزار رہے تھے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کو یہ قرب کیسے ملا تو یہ اُن کو اُن کی صفاتِ عالیہ کی بدولت ملا''۔

حضرت مدنیؒ کے تلمیذ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب چشتی نے تفصیل سے اپنے مشاہدات سے سامعین کو مسحور کیا انہوں نے کہا: ''حضرت مدنیؒ کے پہلوؤں کا احاطہ آسانی سے کوئی نہیں کرسکتا۔ ان کو آپ اُوالعزمی کا بڑا پیکر پائیں گے۔ آپ بہار سے تشریف لائے، طالب علم حاضر خدمت ہوئے اور کہا حضرت تین دن سے سبق نہیں ہوا، آپ کھانا کھانے جارہے تھے اُس کو چھوڑ کر درس گاہ آگئے رات ایک بجے تک سبق پڑھایا۔ حضرت کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ ختم بخاری جوفِ کعبہ میں کیا ہے ایسے محدثین بہت کم ملیں گے۔

اس طرح نماز مغرب تک یہ نشست جاری رہی۔ اس دوران نمازِ عصر بھی پنڈال میں ادا کی گئی جبکہ نماز مغرب کی امامت ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی نے فرمائی۔ بعد نمازِ مغرب تیسری اور آخری نشست کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔

حضرت مدنیؒ کے تلامذہ اور دیگر مشاہیر کرام کی خدمت میں حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی کے دستِ مبارک سے شیخ الاسلامؒ سیمینار کے حوالے سے یادگار شیلڈز تقسیم کی گئیں۔ شیلڈ کی پیشانی پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کا حضرت مدنیؒ کے حوالے سے یہ ارشاد کندہ کیا گیا جبکہ درمیان میں دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث کی تصویر دی گئی :

> ''حضرت ممدوح کی ہستی نادرۂ روزگار، عزم وثبات، ہمت مردانہ، اٹل ارادہ، علم وبصیرت اور ایمانی فراست کا ایک متحرک پیکر تھی، آپ نے آج کے لادینی اور مادی دور میں جن دینی، اخلاقی اور علمی اصولوں کا دائرہ خواص وعوام کے لیے وسیع کیا اور انسانیت کے لیے جن قدروں کو اُجاگر کیا، دُنیا ہمیشہ اُن پر فخر کرتی رہے گی''۔

قائد حزب اختلاف حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی نیابت کرتے ہوئے اُن کے چھوٹے بھائی ایم این اے مولانا عطاء الرحمٰن صاحب نے اختصار سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: ''فرزند شیخ الاسلامؒ حضرت مولانا سیّد ارشد مدنیؒ، فرزند شیخ مولانا محمود اسعد مدنی، میرے محترم حضرت مولانا مفتی سلمان منصور پوری، مولانا مفتی محمد وقاص و دیگر

مقتدر علماء کرام ! میں اکابرینِ دیوبند کو پاکستان کی سرزمین پر جمعیت علماء اسلام پاکستان کی طرف سے خوش آمدید کہتے ہوئے جامعہ کے منتظمین خصوصاً مولانا مفتی مظہر کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے اس بابرکت مجلس کا اہتمام کیا۔ اس مجلس میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے شریک ہونا تھا۔ علالت کی وجہ سے خود تشریف نہیں لا سکے، میں اُن کی غیر حاضری پر اُن کی طرف سے اکابر علماء اور آپ حضرات سے معذرت کرتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ کے سامنے کچھ کہنے کی جسارت کروں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابرین کے اقوال پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین''۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم، تلمیذ حضرت مدنی ؒ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب اشرفی نے اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا: ''میں اس تاریخی سیمینار کے انعقاد پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرنا سعادت سمجھتا ہوں۔ حضرت کا چہرہ مبارک اتنا پُر نور تھا کہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ میرے دل میں نور کی بارش ہو رہی ہے، خاص کر جب حدیث شریف کا درس دیتے تھے۔ حضرت مدنی ؒ کی جب یاد آتی ہے تو میں اپنے کندھے کو اپنے ہاتھوں سے خوب مل کر اپنے چہرے پر ملتا ہوں کہ میرا یہ کندھا ایک بار دورانِ نماز حضرت مدنی ؒ کو لگا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نسبت کو قبول فرمالے اور میری اِس نسبت کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم رکھے''۔

اس کے بعد آخری خطاب حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ کا ہوا۔ آپ جب سٹیج پر تشریف لائے تو ہزاروں شرکاء نے فلک شگاف نعروں سے پُر جوش استقبال کیا۔ آپ نے پون گھنٹہ سے زیادہ خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ سٹیج پر اتنے معمر اہل اللہ کا اجتماع زندگی میں شاذونادر ہی دیکھا ہے اور سامعین کا اتنے بڑے اجتماع میں پُرسکون اور پُر وقار انداز سے بیٹھنا سب حضرت شیخ الاسلام ؒ کی برکات ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام ؒ کی زندگی کا وہ حصہ جو لوگوں کے سامنے تھا اور گھر کی زندگی جو عام لوگوں سے اوجھل تھی ہم نے قریب سے دیکھا اس میں کوئی اختلاف نہ تھا یعنی زندگی میں یکسانیت تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی اتباع رگ و ریشہ میں پیوست تھی۔ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ آپ کا کوئی عمل حضور ﷺ کی زندگی سے ہٹ کر نہیں۔ آخری لمحہ تک زندگی کو رسول اللہ ﷺ کی اُمت کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ کی زندگی انتہائی درویشانہ تھی، آپ ہر مہینہ مقروض رہتے تھے، تنگی اور عسرت کی زندگی تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ حدیث کے طلباء اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ ایک شفیق اُستاد ہی نہیں بلکہ ایک کامل ذات تھے۔ آپ کے شاگردوں نے آپ کے بتائے

ہوئے زریں اصولوں کو ہمیشہ مدنظر رکھا ہے۔ آج بھی دنیا بھر سے علم کے پیاسے دیو بند کا رُخ کرتے ہیں۔

انہوں نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ حضرت مدنیؒ مال و زر سے نفرت کرتے تھے۔ ورثہ میں کچھ نہیں چھوڑا لیکن جو ورثہ چھوڑا ہے وہ اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم خزانہ ہے۔ آپ کے پاس جو کچھ آتا آپ سب ضرورت مندوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ اس خطاب کے بعد قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت سیّد انور حسین شاہ صاحب المعروف حضرت نفیس الحسینی نے طویل دُعا فرمائی۔

تینوں نشستوں میں تلاوتِ کلام مجید کا شرف جامعہ مدنیہ لاہور کے اُستاد قاری محمد ادریس طارق صاحب کو نصیب ہوا جبکہ ہدیہ نعت سیّد عزیز الرحمٰن صاحب نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جبکہ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض ادارہ مدینۃ العلوم کراچی کے مدیر مولانا لئیق احمد صاحب اور شیخ الاسلامؒ سیمینار کے میزبان مفتی سیّد محمد مظہری اسعدی صاحب نے انجام دیے۔

اس موقع پر حضرت شیخ الاسلامؒ کے تلامذہ کے مختلف موضوعات پر مقالہ جات کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کا ایک وقیع مقالہ بعنوان ''حضرت شیخ الاسلامؒ اپنے اکابر اور معاصرین کی نظر میں'' بھی وصول کیا گیا۔ ملک بھر سے دینی و رُوحانی شخصیات کی آمد نے علماء و مشائخ کو یہ بات کہنے پر مجبور کردیا کہ کسی جامعہ کی طرف سے اتنا بڑا اجتماع پہلی بار منعقد ہوا ہے۔

حضرت مولانا سیّد محمد امین شاہ، شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد، علامہ حکیم نور احمد قاسمی، مفتی غلام قادر، مولانا محمد ابراہیم، مولانا غلام ربانی، مفتی بشیر احمد، مولانا عبدالمجید لدھیانوی، مولانا نعیم الدین، مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی، ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی، مولانا سیّد رشید میاں، مولانا سید مسعود میاں، مولانا صاحبزادہ سیّد خالد جان بنوری، مولانا حاجی احمد، مولانا محمد یاسین صابر، مولانا ظفر احمد قاسمی، مولانا محمد نواز سیال، مولانا غلام یاسین تونسوی، مولانا سعید احمد جلالپوری، مولانا مطیع الرحمٰن درخواستی، مولانا جمیل الرحمٰن درخواستی، مولانا عزیز الرحمٰن درخواستی، مولانا محبّ النبی مولانا محمد ازہر، مولانا قاضی ارشد الحسینی، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد بہلوی، مولانا منظور احمد نعمانی، مفتی محمد اسحاق، مفتی محمد نعیم، مولانا طارق مسعود، پیر جی مولانا عبدالحفیظ، مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا عزیز الرحمٰن چشتیاں، حکیم احمد رفیع الدین اور محمد ادریس اُوپل سمیت کئی مشاہیر سٹیج پر موجود رہے۔

قسط : ۱

دُعا کے فضائل وترغیب میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات

﴿حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی﴾

دُعا کا حکم، دُعا عبادت ہے :

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دعا عبادت ہے'' پھر (اس کی تائید میں) یہ آیت تلاوت کی :

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ . (سورة المومن آية ٦٠)

''اور تمہارے رب نے کہا مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا۔ یقیناً وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبّر کرتے ہیں ذلت کی حالت میں جہنم میں داخل ہوں گے''۔

(ابوداوٗد ص۲۰۸ ترمذی باب الدعاء۷۸ جلد۲)

''يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ'' معنی میں ''يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ دُعَائِيْ'' کے ہے۔ اس لیے کہ دُعا بھی عبادت کی قسم ہے بلکہ افضل العبادات ہے۔ دعا خضوع کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور عبادت کا مقصد خضوع اور مسکنت ہے، اس لیے دُعا عبادت ہے۔ (رُوح المعانی صفحہ۸۱ ج۲۴)

اس آیت میں دُعا کے ترک کرنے والوں کو جہنم کی وعید سُنائی گئی ہے وہ بصورتِ استکبار ہے یعنی جو شخص بطورِ استکبار اپنے آپ کو دُعا سے مستغنی سمجھ کر دُعا چھوڑ دے، یہ علامت کفر کی ہے اس لیے وعیدِ جہنم کا استحقاق ہوا۔ ورنہ فی نفسہٖ عام دُعائیں فرض و واجب نہیں، ان کے ترک سے کوئی گناہ نہیں۔ البتہ باجماع علماء مستحب اور افضل ہے، اور حسبِ تصریح حدیث موجبِ برکات ہے۔ (معارف القران ص۶۱۱ ج۷ ، فتح الباری ص۹۵ ج۱۱)

دُعا کا حکم اس اُمت کی خصوصیت ہے :

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہماری اُمت کو تین چیزیں ایسی

دی گئی ہیں جو اس سے قبل صرف نبیوں کو ملی ہیں۔ (جس میں سے ایک یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو مبعوث فرماتے تو اُن سے فرماتے تم دُعا کرنا میں تمہاری دُعا قبول کروں گا، اور اِس اُمت سے خطاب کیا تم دُعا کرو میں قبول کروں گا۔ (الجامع الاحکام القرآن ص ۳۲۷ ج ۸)

حضرت کعب احبارؒ سے بھی منقول ہے کہ پہلے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوتا تھا تم دُعا کرنا میں قبول کروں گا۔ یہاں اِس اُمت کو حکم ہے کہ دُعا کرو میں قبول کروں گا۔

حضرت خالد ربعیؒ نے کہا اِس اُمت کے تعجب خیز (نوازشات) میں سے ہے کہ دُعا کا بھی حکم دیا اور قبولیت کا بھی وعدہ فرمایا۔ (قرطبی ص ۳۲۷ ج ۸)

دُعا تقدیر کو بدل دیتی ہے :

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دُعا تقدیر کو رد کر دیتی ہے۔ (الدعاء نمبر ۲۹)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تقدیر نہیں بدل سکتی مگر دُعا سے، اور عمر میں زیادتی نہیں ہو سکتی مگر نیکی سے۔ (الدعاء ص ۳۰ ج ۲، ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تقدیر نہیں ٹل سکتی مگر دُعا ہے۔ (حاکم ص ۴۹۳، الدعاء ص ۱۳۱ ج ۲)

فائدہ : تقدیر معلق دُعا سے بدل جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ دُعا کرے گا تو یہ حکم اور فیصلہ شروع سے ہی خدا نے دُعا پر معلق رکھ دیا ہے، محققین نے اس کا یہی مطلب لکھا ہے۔

دُعا عبادت کا مغز ہے :

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا : دُعا عبادت کا مغز ہے۔ (ترمذی، ترغیب ۴۸۲ ج ۲)

دُعا نصف عبادت ہے :

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام نیکی کے اعمال نصف عبادت ہیں۔ جب اللہ پاک کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اُس کے دل کو دُعا میں لگا دیتے ہیں۔ (مطالب عالیہ ص ۲۲۶ ج ۳)

دُعا دافع البلایا ہے :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : دُعا بلاؤں کو ہٹاتی ہے۔(کنزالعمال ص۴۲ جلد۲)

دُعا رحمت کی کنجی ہے :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دُعا رحمت کی کنجی ہے، وضو نماز کی کنجی ہے اور نماز جنت کی کنجی ہے۔(کنزالعمال ص۳۹ ج۲)

دُعا افضل عبادت ہے :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: افضل عبادت دُعا ہے۔(حاکم ص۴۲۱ ج۱، کنزالعمال ص۴۰ ج۲)

دعاء مؤمن کا ہتھیار ہے :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعا مؤمن کا ہتھیا ہے، دین کا ستون ہے، آسمان وزمین کا نور ہے۔(حاکم، ترغیب ص۴۷۹ ج۲)

فائدہ : جس طرح ہتھیا سے انسان دفاع کرتا ہے اسی طرح دعا سے مصائب وحوادث دفع ہوتے ہیں اور آئندہ کے لیے اُس سے حفاظت بھی ہوتی ہے۔ یہ ایسا خاموش اور محفوظ ہتھیار ہے کہ دشمن اور مخالف کو پتہ بھی نہیں چلتا اور کام ہو جاتا ہے۔

دُعا گمان کے اعتبار سے ہے :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندوں کے گمان کے متعلق ہوں جب وہ دعا کریں''۔(بخاری ومسلم صفحہ ۲۴۳ ج۲)

دُعا کرنے والا کبھی برباد نہیں ہوتا :

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا : دُعا سے عاجز مت ہو (اِسے مت چھوڑو) کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو دعا کے ساتھ ہلاک نہیں کیا۔(حاکم ص۴۹۴ ج۱، ابن حبان، ترغیب ص۴۷۹ ج۲)

دُعا کرنے والے پر رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: جس پر دُعا کے دروازے کھل گئے اُس پر رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ سے مانگی ہوئی چیزوں میں عافیت کے سوال سے بہتر کوئی چیز نہیں''۔(ترمذی، ترغیب ص ۴۸۰ ج ۲)

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ دُعاؤں کا زیادہ کرنا زیادتی رحمت کا باعث ہے۔ جو لوگ دُعاؤں میں زیادہ مشغول رہتے ہیں قابل تعریف ہیں۔

دُعا نازل اور غیر نازل دونوں مصائب کے لیے نفع بخش ہے :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دُعا نازل شدہ مصائب اور غیر نازل شدہ دونوں مصائب کے لیے نفع بخش ہے۔ پس اے اللہ کے بندوں! تم پر دُعا لازم ہے۔ (ترمذی ص ۱۹۱ ج ۲، حاکم، ترغیب ص ۴۸۰ ج ۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تقدیر سے مفر نہیں، لیکن دُعا نازل شدہ اور غیر نازل شدہ دونوں مصائب میں نفع بخش ہے، اللہ کے بندوں دُعا ضرور کرو۔

فائدہ : جو مصیبت نازل نہیں ہوئی وہ دُعا سے رُک سکتی ہے اور جو نازل ہو چکی ہے اُس میں صبر یا تخفیف یا ازالہ کی صورت پیدا ہو سکتی ہے اِس لیے دُعا کبھی نہ چھوڑے کہ نفع ہی نفع ہے۔

بندے کی دُعا پر اللہ کا اثر :

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ کریم، حیا کرنے والا ہے جب بندہ اس کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اُسے دونوں ہاتھوں کو خالی نامراد واپس کرنے میں شرم آتی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی ص ۴۸۱)

فائدہ : افسوس کہ ہم پھر بھی دُعا نہیں کرتے۔ اس کے کرم پہ قربان کہ وہ بندوں سے شرمائے اور بندہ لحاظ نہ کرے۔ (جاری ہے)

استخارہ، متعلقات و مسائل

﴿ حضرت مولانا مفتی محمود زُبیر صاحب قاسمی ﴾

آب وگل کا یہ خمیر جسے اللہ رب العزت نے آدم کی شکل میں تشکیل دیا، اور علم ودانائی، عقل وفراست کی بنا پر مخلوقات میں اشرف اور اپنا نائب مقرر کیا، جو آج چاند و مریخ پر کمندیں ڈالنے اور اسے آدم کا نشیمن بنانے اور اپنے علم و تحقیق کی بنیاد پر مخلوقات کے حقائق سے واقف ہونے اور ان کو اپنے کنٹرول میں کرنے کے لیے کوشاں وسرگرداں ہے۔ بعض دفعہ معلومات کی وسعت اور وسائل کی بہتات کے باوجود اُس کو ایسے اُمور، واقعات وحادثات کا سامنا ہوتا ہے جس سے اُسے اپنی علمی کم مائیگی اور عقل ودانائی کی محدودیت کا احساس ہونے لگتا ہے اور یہ اپنی تمام صلاحیتوں اور استعدادوں کے باوجود دوسروں کی مدد اور رہنمائی کا محتاج اور منتظر ہو جاتا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ انسان تذبذب کا شکار اور رہبری کا طلبگار رہتا ہے اور کسی چیز کے اختیار وانتخاب میں پس وپیش میں پڑ جاتا ہے تو شریعت اُسے واہی تباہی اُمور سے بچاتے ہوئے معقول اور پسندیدہ امر "استخارہ" کی رہنمائی کرتی ہے۔

مسندُ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب "حجۃ اللّٰہ البالغۃ" میں اس کی مشروعیت کی حکمت ومصلحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "زمانہ جاہلیت میں جب کسی کو سفر نکاح اور خرید وفروخت جیسے اہم امور پیش آتے تو وہ "استقسام بالازلام" کرتے۔ یہ عرب میں رائج ایک طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی اہم کام کا ارادہ کرتا اور مستقبل میں اس سے متعلق بہتری یا خسارہ کو معلوم کرنا چاہتا تو وہ خانہ کعبہ کے پاس جاتا، اس کے پاس کچھ تیر ہوتے، وہ ذمہ داران تیروں کی مدد سے اس شخص کو اس عمل کے کرنے یا نہ کرنے کی تاکید کرتا۔ اس طرح کے کچھ اور طریقے بھی خیر وشر کے معلوم کرنے کے لیے اُن کے درمیان رائج تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس جاہلانہ رسم سے منع فرمایا کیونکہ اس کی نہ تو کوئی اصل تھی اور نہ کوئی بنیاد، بلکہ اس میں کچھ بھلائی نکل بھی جاتی تو وہ بھی اتفاق ہوتی تھی اور چونکہ اس کے بعد یہ لوگ اس کو خدائی حکم اور فیصلہ سمجھ کر عمل کرتے یا ترک کرتے تھے جس میں ایک گونہ اللہ رب العزت پر بہتان بھی تھا، تو شریعت نے انسان کی فطری ضرورت اور طبعی میلان وخلجان کو ملحوظ رکھتے ہوئے

ربِ کائنات سے رہنمائی اور ستفادہ کا ذریعہ استخارہ کی شکل میں اسے عطا کیا'' وکان أهل الجاهلية اذاعنت لهم حاجة من سفر او نكاح اوبيع استقسموا بالأزلام ، فنهى عنه النبى ﷺ لأنه غير معتمد على اصل وانما هو محض اتفاق ، ولأنه افتراء على الله بقولهم :أمرنى ربى ونهانى ربى ، فعوضعهم ذالك الاستخارة . (حجة الله البالغة ۱۹/۲)

استخارہ کی حکمت :

استخارہ کی حقیقت اوراس کی روح یہ ہے کہ جب بندہ کسی امر میں متحیر اور متردد ہوتا ہے اور کوئی صاف اور واضح پہلو شرعی اور عقلی ، معاشی اور دینی طور پر نظر نہیں آتا اور اس کا علم رہنمائی سے قاصر اور عقل بہتر اور صحیح کے انتخاب سے عاجز ہوجاتی ہے تو یہ بندہ اپنی درماندگی اور بے علمی کا احساس واعتراف کرتے ہوئے اپنے علیم کل اور قادرِ مطلق مالک سے رہنمائی اور نصرت کا خواستگار ہوتا ہے اور اپنے معاملہ کو رحیم وکریم ذات کے حوالہ کردیتا ہے کہ جو آپ کے نزدیک بہتر ہو بس اُسی کا فیصلہ اور انتخاب مجھ بندہ کے لیے کردیجیے۔

استخارہ کی فضیلت :

استخارہ کی فضیلت واہمیت اور بندوں کو اس کی حاجت وضرورت کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ استخارہ کی تعلیم اسی اہتمام سے فرماتے تھے جس اہتمام سے کہ آپ ﷺ اُن کو قرآن کریم کی سورتوں کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

عن جابرؓ قال كان رسول الله "يعلمنا الاستخارة فى الامور كما يعلمنا السورة من القرآن ".(بخارى ۱/۱۰۰)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے معاملات میں استخارہ اِسی اہتمام سے سکھاتے تھے جس اہتمام سے قرآن کریم کی سورتوں کی تعلیم فرماتے تھے''۔

ایک دوسری حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

ماخاب من استخار و لاندم من استشار . (مجمع الزوائد ۹۶/۸)

''استخارہ کرنے والا کبھی ناکام ونامراد نہیں ہوتا''

کیونکہ اس نے اپنے معاملہ کو ایسی ذات کے سپرد کیا ہے جو ماں سے زیادہ شفیق و مہربان اور باپ سے زیادہ مصلحتوں اور حکمتوں پر نظر رکھنے والا ہے اور خیر خواہ ہے، اگر ایسی رحیم و کریم ذات سے بھی جس کی جود و سخا اور شفقت و محبت کی نہ تو کوئی عدیل ہے اور نہ مثیل، کوئی استفادہ نہ کرے تو اُس کی حرماں نصیبی میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے :

"ومن شقاوة ابن آدم تركه استخارة الله". (ترمذی : ۳۷/۲ ، مسند احمد : رقم ۱۳۷۶)

''آدمی کی بدبختی کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ اللہ سے استخارہ کرنا چھوڑ دے''۔

استخارہ کا مسنون طریقہ :

استخارہ کا طریقہ جو احادیث شریفہ میں وارد ہوا ہے، جو سنت کی برکتوں اور آپ ﷺ کی تعلیمات کی نورانیوں سے معمور ہے، ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ سنن و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے، پھر خوب اللہ رب العزت کی تعریف و تحمید کرے، اس کے بعد استخارہ کی یہ دُعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَيَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَقَدِّرْ لِیَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ .

''یا اللہ! میں آپ سے خیر چاہتا ہوں بوجہ آپ کے علم کے، اور قدرت طلب کرتا ہوں آپ سے بوجہ آپ کی قدرت کے، اور مانگتا ہوں میں آپ سے آپ کے بڑے فضل میں سے، کیونکہ آپ قادر ہیں اور میں عاجز ہوں، اور آپ عالم ہیں اور میں جاہل ہوں، اور آپ علام الغیوب ہیں۔ یا اللہ! اگر آپ کے علم میں یہ کام بہتر ہے میرے لیے دین میں اور میری معاش میں اور میرے انجام کار میں تو تجویز کر دیجیے اور آسان کر دیجیے اس کو میرے لیے، پھر برکت دیجیے میرے لیے اس میں۔ اور اگر آپ کے علم میں ہو کہ یہ کام برا ہے میرے لیے میرے دین میں اور معاش اور میرے انجام کار میں، تو ہٹا دیجیے اس کو مجھ سے اور ہٹا دیجیے مجھ کو اس سے، اور نصیب کر دیجیے مجھ کو بھلائی جہاں کہیں بھی ہو، پھر راضی رکھیے مجھ کو اس پر''۔

جب ''ھذا الأمر'' پر پہنچے تو جس کام کے لیے استخارہ کر رہا ہے اُس کا خیال کرے۔ (متفق علیہ، بخاری ۱/۱۰۰ عن جابر، مسند احمد رقم ۲۲۳۹۱ عن ابی ایوب انصاری وفیہ ابن لھیعہ)

فقہاء و محدثین فرماتے ہیں کہ استخارہ کی دُعا پوری کرنے کے بعد قبلہ رُخ ہو کر باوضو سو جائے (شامی ۱/۳۷۱) علامہ نوویؒ اور امام غزالیؒ نے پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھنے کی بات بھی کہی ہے۔ (عمدۃ القاری ۳/۲۲۵)

ملا علی قاریؒ نے اس کے علاوہ پہلی رکعت میں '' وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَايَشَآءُ وَيَخْتَارُ ''(سورۃ القصص ۸) اور دوسری رکعت ''مَاكَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ ''(سورۃ الاحزاب ۳۶) پڑھنے کا معمول بھی نقل کیا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ۳/۲۰۶)

اگر کسی شخص کو کوئی کام اچانک پیش آجائے اور اُسے اتنی مہلت نہ ہو کہ وہ مذکورہ بالا طریقہ پر استخارہ کر سکے تو وہ صرف دُعاء پر بھی اکتفا کر سکتا ہے۔ (اصلاحی خطبات ۱۰/۱۳۹)

استخارہ کا نتیجہ :

یہ ایک اہم مسئلہ ہے، اس سلسلہ میں لوگ عموماً پریشانی اور اُلجھن کا شکار رہتے ہیں کہ استخارہ تو کر لیا گیا لیکن ان پہلوؤں میں سے کس پہلو کا انتخاب ہمارے حق میں نافع اور کامیابی کا ضامن ہوگا، اس کو کیسے پہچانا اور جانا جائے اور کن علامات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے انتخاب اور عمل درآمد کیا جائے؟ اس سلسلہ میں دو طرح کی رائے ملتی ہیں :

(۱) ایک یہ ہے کہ نفسِ استخارہ کافی ہے اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے آدمی جس کسی پہلو کو اختیار کرے گا انشاء اللہ خیر اُسی میں ہوگا، کیونکہ استخارہ ایک دُعاء ہے، بندہ اپنے پروردگار سے استخارہ کے ذریعہ درخواست کرتا ہے کہ اللہ اس کے حق میں خیر اور بھلائی کو مقدر فرمائے، تو ضرور اللہ اس کے حق میں بہتری اور اس کے حال کے مناسب امر کو اُس کے لیے منتخب اور سہل فرما دیتے ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد دل کا میلان اور رُجحان جس پہلو پر ہو اُسی کو اختیار کرنا چاہیے، اس رائے کی تائید ایک ضعیف حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن السنی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے :

عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا هممت فاستخر ربك سبعاً ثم انظر الى الذى يسبق الى قلبك فان الخير فيه . (بحواله معارف السنن ۴/۲۷۸)

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے سے سات دفعہ استخارہ کرلو پھر جس چیز کی طرف تمہارا ذہن متوجہ ہو اُسی کی طرف توجہ کرلو کیونکہ خیر اسی میں ہے''۔

علماء کی ایک بڑی تعداد کا رُجحان بھی اسی رائے کی طرف معلوم ہوتا ہے اور انہوں نے اس رائے کو اختیار کیا ہے۔ (دیکھئے عمدۃ القاری ۴/ ۲۲۵، مرقاۃ المفاتیح ۳/ ۲۰۶، بذل المجہود ۲/ ۳۶۶، معارف السنن ۴/ ۲۷۸، بحرالرائق ۲/ ۵۲، شامی ۱/ ۴۶۱، اعلاء السنن ۷/ ۴۲، معارف الحدیث ۳/ ۳۶۵)

استخارہ میں خواب دیکھنا ضروری نہیں، اگر کسی کو خواب آجائے تو یہ اس کے قلبی رُجحان کے لیے مددگار ثابت ہوگا، چنانچہ مشائخ اس سلسلہ میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی خواب میں سفید یا سبز رنگ کی چیز دیکھ لے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس معاملہ میں خیر ہے اور اگر کالا یا سرخ رنگ دیکھ لے تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ اس کام سے اجتناب اور پرہیز کرے۔ (معارف السنن ۴/ ۲۷۸)

استخارہ کن امور میں کیا جائے؟

استخارہ ایسے معاملوں میں کیا جائے گا جس کے مفید اور درست پہلو سے انسان واقف نہ ہو، اگر وہ معاملہ

ایسا ہو جس کی بھلائی سے انسان واقف ہو جیسے عبادت اور دیگر احکام شرعیہ، یا پھر اُس کی برائی اُس پر واضح ہو مثلاً گناہ کے کام اور منکرات تو ان امور میں استخارہ کی حاجت ہے ہی نہیں، کیونکہ صحیح یا غلط تو واضح اور ظاہر ہے، استخارہ جائز اور مباح چیزوں میں کیا جائے گا نیز ایسے واجبات میں بھی کیا جا سکتا ہے جس میں وقت اور کیفیت کی کوئی قید نہ ہو، تو ان کے وقت اور کیفیت کے سلسلہ میں استخارہ کیا جا سکتا ہے۔ (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۹۸)

دوسری بات یہ ہے کہ ہر جائز اور مباح کام میں بھی استخارہ نہیں کیا جائے گا بلکہ ایسے امور میں استخارہ کیا جائے گا جو کبھی کبھار پیش آتے ہیں اور جس کے لیے اہتمام بھی کیا جاتا ہو جیسے سفر، نکاح وغیرہ، لیکن ایسے امور کا جو ہمیشہ لاحق رہتے ہوں اور اُن کے لیے کوئی اہتمام بھی نہ کیا جاتا ہو مثلاً عادۃً کھانے اور پینے کی چیزیں تو ان امور میں استخارہ نہیں کیا جائے گا۔ **المراد بالأمر مایعتنی بشانه ویندر وجوده .(بذل المجهود شرح ابی داؤد ۲/۳۶۶)** ۔

نمازِ استخارہ کن اوقات میں پڑھی جائے؟

احادیثِ شریفہ میں نمازِ استخارہ کے لیے کوئی خاص وقت وارد نہیں ہوا۔ لہٰذا نمازِ استخارہ اُن اوقات کے علاوہ جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کسی بھی وقت ادا کی جا سکتی ہے۔ (مرقات المفاتیح ۳/۲۰۶، عمدۃ القاری ۲۲۴/۴) البتہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے شرح الشریعہ کے حوالے سے مشائخ سے سنی ہوئی یہ بات نقل کی ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد باوضو سو جائے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نمازِ استخارہ سونے سے قبل ادا کرنا مجرب اور نافع ہے۔ **وفی شرح الشریعه المسموع من المشائخ ان ینام علی طهارة مستقبل القبلة بعد قراء ة الدعاء المذکور . (شامی ۱/۳۴۱، معارف السنن ۳/۲۷۸)**

استخارہ میں تکرار :

اگر کسی کو ایک دفعہ استخارہ کرنے سے کسی ایک پہلو پر دِلی رُجحان حاصل نہ ہو تو ایسا شخص رجحان حاصل ہونے تک استخارہ کرتا رہے، چنانچہ علامہ عینیؒ نے امام نوویؒ کی کتاب الاذکار سے اُن کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انسان تین دفعہ استخارہ کرے کیونکہ حضور ﷺ سے تین دفعہ دُعائیں کرنا ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ۳/۲۲۵)

بعض حضراتِ علماء نے حضرت انسؓ سے مروی روایت کی بناء پر سات دفعہ استخارہ کرنے کو پسند کیا ہے۔

وینبغی ان یکررها سبعاً لماروی ابن السنی عن انسؓ . (بذل المجهود ۲/۳۴۴)

لہٰذا اگر کسی کو دِلی میلان حاصل نہ ہو تو وہ تین دفعہ استخارہ کرے، اگر پھر بھی حاصل نہ ہو تو سات دفعہ کرلے اور سات دفعہ کرنا بہتر ہے کیونکہ سات میں تین داخل ہے لیکن اگر کوئی تین ہی دفعہ کرے تو اس کو سات تو نہیں مل سکتا، لہٰذا ایسے انداز پر عمل کرنا جس میں دونوں صورتیں مل جائیں اور دونوں طرح کی آراء پر عمل ہو جائے زیادہ مناسب ہے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ اگر اس کام میں تاخیر کی گنجائش ہو تو جب تک دل کا جھکاؤ کسی ایک پہلو پر نہ ہو جائے، استخارہ کرتا رہے۔ (عمدۃ القاری ۴/۲۲۵)

نتیجۂ استخارہ کا شرعی حکم :

استخارہ کرنے کے بعد جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اُس پر عمل کرنا نہ تو واجب ہے اور نہ ہی سنت، لیکن اگر کسی ایک جانب پورا رُجحان ہو جائے اور اس میں اپنی ذاتی خواہش کا کوئی دخل نہ ہو تو اِس صورت میں اس چیز کو اختیار کرلے کیونکہ اللہ نے ہمارے حق میں جو چیز متعین و مقدر کی ہوگی وہ ہمارے حق میں ضرور بہتر ہوگی۔ (دیکھئے امداد الفتاوٰی ۱/۵۹۹، ۶۰۱)

کسی شخص کا دُوسرے کے لیے استخارہ کرنا :

بندہ اپنی ناقص تلاش و جستجو کے بعد لکھتا ہے کہ احادیث میں کسی اور سے استخارہ کروانے کا کہیں ذکر نہیں ملتا، اس سلسلہ میں بندہ نے جن اکابر علماء سے رجوع کیا اُن حضرات نے بھی کسی کتاب میں اس مسئلہ کے موجود ہونے سے متعلق اپنی لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ البتہ بعض حضراتِ علماء کا خیال یہ ہے کہ اس کی اجازت ہونی چاہیے، دلیل یہ ہے کہ استخارہ میں بندہ اللہ رب العزت سے خیر اور بھلائی کا خواستگار ہوتا ہے جو کہ ایک دُعا ہے، اور دُعاء کی درخواست کسی سے بھی کی جاسکتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا۔

درحقیقت استخارہ طلبِ خیر ہی کا نام ہے اور دُعا جس طرح خود کرسکتا ہے، اسی طرح دوسروں سے بھی کرواسکتا ہے لیکن جب ہم استخارہ سے متعلق احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ ﷺ خود استخارہ کے ضرورتمند کو اس بات کا حکم فرمارہے ہیں کہ وہ استخارہ کرے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو آپ ﷺ نے بذاتِ خود استخارہ کرنے کی بات کہی ہے (مسند احمد ۲۲۴۹۱)، نیز حضرات صحابہؓ میں سے کسی نے حضور ﷺ سے یہ کہا ہو کہ آپ ہمارے لیے استخارہ فرمادیں، اس کا بھی بندہ کو کوئی ثبوت نہیں مل سکا، اور نہ فقہاء نے ہی اس طرح کی بات کی کہ کوئی غیر کسی کے لیے استخارہ کررہا ہو تو اُس وقت وہ متکلم کے صیغوں کی جگہ کیا کہے۔

اس سے کم ازکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ **استخارہ عن الغیر** (کسی دوسرے کا استخارہ کرنے) کا اسلاف میں کوئی وجود نہ تھا، یا یہ کہ وہ کسی نہ کسی اعتبار سے معاملہ سے متعلق ہوتے تھے، اس صورت میں درحقیقت یہ **استخارہ عن الغیر** (کسی دوسرے کا استخارہ کرنا) نہیں بلکہ **استخارہ عن النفس** (خود ضرورت مند کا استخارہ) ہوجائے گا، لہٰذا بعض حضراتِ علماء نے یہ نقطۂ نظر بھی بیان کیا ہے کہ "**استخارہ عن الغیر**" درحقیقت "**استخارہ عن النفس**" ہے کیونکہ وہ شخص اس معاملہ کوکسی اعتبار سے اپنے سے جوڑ کر ہی استخارہ کرتا ہے۔ لہٰذا وہ اسی کی ذات کے لیے استخارہ ہوا، مثلاً والدین جب اپنی اولاد کی شادی کے سلسلہ میں استخارہ کریں گے تو ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ مدِ مقابل ہماری اولاد کے لیے مناسب ہوگا کہ نہیں؟ ہمیں اس معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے، اس کو قبول کرنا ہمارے حق میں بہتر ہوگا یا رَد کرنا، اس معاملہ میں خود اُن کی ذات تردد کا شکار ہے اور استخارہ تردد کے لیے ہے، دوسرے نقطۂ نظر کے اعتبار سے استخارہ کرنے والا کسی نہ کسی درجہ میں بذاتِ خود اِس معاملہ سے متعلق اور اس میں متردد ہو، ایسا نہ ہو کہ کسی ایسے شخص سے جس کا اس معاملہ سے کوئی تعلق ہی نہ ہو، استخارہ کروائے۔

موجودہ حالات کے تناظر میں اس سلسلہ میں ایک مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہوگیا ہے، وہ یہ ہے کہ لوگ فون یا دیگر مواصلاتی ذرائع سے کسی بزرگ یا مذہبی شخصیت سے اپنے کام کے متعلق استخارہ کی درخواست کرتے ہیں اور وہ بزرگ یا صاحب اس مسئلہ اور کام کو سننے کے فوراً بعد ہی اپنا جواب مرحمت فرمادیتے ہیں جیسا کہ QTV پاکستان میں یہ طریقہ رائج ہے، اس کی دو کیفیتیں ہوسکتی ہیں :

(ا) ایک تو یہ کہ بغیر کسی طلبِ خیر کی دُعا اور توجہ اِلی اللہ فوراً ہی جواب دے دیا جائے، تو اس صورت کو استخارہ نہیں کہا جائیگا کیونکہ استخارہ اللہ سے اپنے حق میں بھلائی اور خیر کے مقدر کرنے کو مانگنے کا نام ہے، اور یہاں اللہ سے مانگنا پایا ہی نہیں گیا، تو اس کو استخارہ کیسے کہا جائے گا۔ بلکہ اگر کوئی شخص اس عمل کے بعد یہ عقیدہ اور اعتقاد رکھے کہ میرے معاملہ میں انتخاب اور فیصلہ اللہ نے کیا ہے تو یہ افتراء علی اللہ (اللہ پر بہتان باندھنا) ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہوگا، چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب اللہ رب العزت سے خیر اور بھلائی مانگے بغیر اپنے آباؤ اجداد کے متعین کردہ خیر وشر کے چند معیارات کی بنیاد پر اس معاملہ کو فیصلہ کرلیتے اور اس کو اللہ کی طرف منسوب کردیتے کہ مجھے میرے رب نے یہ کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/ ۱۹)

(۲) دوسری کیفیت یہ ہوسکتی ہے کہ جواب تو فوراً ہی دیا جاتا ہو لیکن سائل کو کسی ایک متعینہ صورت کے منتخب کرنے کے متعلق جواب دینے سے قبل اللہ سے خیر اور بھلائی کی دُعا مانگ لی جاتی ہو، یہ صورت پہلی صورت کے مقابلہ میں کسی حد تک دُرست تو ہے لیکن اس میں دو طرح کی خرابیاں ہیں :

(i) ایک تو یہ کہ آپ کے دل کا نفسانی دباؤ سے بچتے ہوئے کسی ایک طرف مائل ہونا جواب دینے کے لیے ضروری ہے۔ اور ایسا ہر دفعہ اور ہر سوال کے جواب میں ہونا ضروری نہیں ہے، ورنہ تین دفعہ اور سات دفعہ استخارہ کی بات کیوں آتی؟ جبکہ کوئی بھی معاملہ استخارہ کے بعد ایک ہی لحہ میں حل ہو جاتا؟

(ii) دُوسری بات یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ سے منقول استخارہ کے طریقہ کے مطابق نہیں ہے۔ اس رواج کے عام ہونے کی وجہ سے ایک خرابی یہ بھی پیدا ہوگئی ہے کہ لوگ بذاتِ خود استخارہ کرنے کے بجائے دوسروں سے استخارہ کروانے کو ہی شرعی طریقہ سمجھنے لگے ہیں جبکہ حضور ﷺ کی تعلیمات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول خود ضرورت مند شخص کے استخارہ کا تھا۔

بہر حال مناسب اور مسنون عمل یہ ہے کہ انسان خود استخارہ کرے، اگر کوئی معاملہ بہت اہم ہو اور کسی پہلو پر میلان بھی نہ ہو رہا ہو یا نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو، تو پھر ایسے لوگوں سے جو اس معاملہ سے کسی نہ کسی حد تک متعلق ہوں اور اُن کی بزرگی و شرافت بھی مسلم ہو، استخارہ کروایا جا سکتا ہے اور ان حضرات کو بھی چاہیے کہ استخارہ اس طریقہ پر کریں جس کی آپ ﷺ نے اُمت کو تعلیم دی ہے۔ (بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی، انڈیا)

❁❁❁

ضروری اپیل

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدس سرہٗ کے خطوط جن حضرات کے پاس ہوں، اُن سے درخواست ہے کہ اُن کی فوٹو اسٹیٹ روانہ فرمائیں تاکہ اُن کو مرتب کر کے شائع کیا جا سکے۔

ڈاک کا پتہ : تنویر احمد شریفی جی پی او بکس نمبر 1498 کراچی 74200 پاکستان

قسط : ۲ ، آخری

حضور ﷺ کی سیرت وصورت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

رسول اللہ ﷺ کی صورتِ مبارکہ وحُسن و جمال کی ایک جھلک :

حضورِاقدس ﷺ کے جمالِ مبارک کو کما حقہٗ تعبیر کر دینا یہ ناممکن ہے۔نورِ مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے لیکن اپنی ہمت ووسعت کے مطابق حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو ضبط فرمایا جس کا کچھ بیان یہ ہے۔قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضورِاقدس ﷺ کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضورِاقدس ﷺ کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہر شخص یہ اعتقاد رکھنے کا مکلّف ہے کہ حضورِاقدس ﷺ کا جسم مبارک جن اوصافِ جمیلہ کے ساتھ متصف ہے کوئی دوسرا اُن اوصاف میں حضور ﷺ جیسا نہیں ہوسکتا اور یہ محض اعتقادی چیز نہیں ہے۔سیر، احادیث وتواریخ کی کتابیں اس سے لبریز ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کمالاتِ باطنیہ کے ساتھ جمالِ ظاہری بھی علی الوجہ الاتم عطا فرمایا تھا۔(خصائل نبوی ص ۱۴، مؤلفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَزْهَرَ اللَّوْنِ كَاَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ (بخاری ، مسلم)

''نبی ﷺ کا رنگ سفید روشن تھا، پسینہ کی بوند حضور کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی جیسے موتی''۔(بخاری، مسلم)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقاً وَلَا مَسِسْتُ خَزًّا وَلَا حَرِيْرًا وَلَا شَيْئاً كَانَ اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكاً قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ اَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ ﷺ (شمائل ترمذی)

''رسول اللہ ﷺ خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی اور شے ایسی نہیں چھوئی جو نبی ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو''۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا : **لَا بَلْ کَانَ مِثْلَ الْقَمَرِ** (شمائل ترمذی) ترجمہ: ''نہیں، حضور ﷺ کا چہرہ تو چمکتے چاند جیسا تھا''۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی کسی نے یہی سوال کیا تھا کہ کیا حضور ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح چمکدار تھا؟ آپ نے اُس کے جواب میں ارشاد فرمایا **لَا بَلْ کَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَکَانَ مُسْتَدِیْرًا** ''نہیں بلکہ آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن اور گولائی لیے ہوئے تھا''۔ (مشکوۃ ص ۵۱۵ بحوالہ مسلم)

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں :

یَتَلَأْ لَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ (شمائل ترمذی)

''آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا ہوا تھا''۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِیْ لَیْلَةِ اَضْحِیَانٍ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَیْهِ وَاِلَی الْقَمَرِ فَهُوَ عِنْدِیْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ (شمائل ترمذی ، دارمی)

''میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس ﷺ کو دیکھ رہا تھا، نبی ﷺ اُس وقت سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا کبھی حضور ﷺ پر نگاہ ڈالتا تھا۔ بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضور ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین وجمیل اور منور ہیں''۔ (شمائل ترمذی، دارمی)

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے

چاند میں ہیں جھائیاں ، حضرت کا چہرہ صاف ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبْيَضَ كَاَنَّمَا صِيْغَ مِنْ فِضَّةٍ. (شمائل ترمذی)

''حضور اقدس ﷺ اس قدر صاف شفاف، حسین وخوب صورت تھے گویا کہ چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے''۔(شمائل ترمذی)

صحابیہ حضرت ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پوتے نے عرض کیا کہ نبی ﷺ کا کچھ حلیہ بیان فرمائیے؟ انھوں نے فرمایا :

لَوْ رَاَيْتَهٗ رَاَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً. (اُسد الغابہ ج۵ ص۴۵۲)

''اگر تو حضور کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

مَنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ . (ترمذی)

''جو کوئی یکا یک حضور کے سامنے آجاتا وہ دہل جاتا، جو پہچان کر پاس آبیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا، دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور جیسا کوئی بھی اس پہلے یا پیچھے نہیں دیکھا''۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ جیسا نہ حضور ﷺ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا (شمائل ترمذی)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر نبی کریم ﷺ کبھی کبھی دوپہر کو چمڑے کے بستر پر آرام فرمایا کرتے تھے، حضور ﷺ کو پسینہ مبارک بہت آتا تھا تو اُم سلیم آپ کے پسینے کی بوندوں کو ایک بوتل میں جمع کر لیتی تھیں۔ نبی ﷺ نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے ان سے اس کی وجہ معلوم فرمائی، انہوں نے عرض کیا :

عَرَقُكَ نَجْعَلُهٗ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ (بخاری ومسلم)

''یہ حضور کا پسینہ ہے، ہم اِسے عطر میں ملالیں گے اور یہ تو سب عطروں سے بڑھ کر عطر ہے''۔(بخاری ومسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی خوشبو (جو آپ ﷺ سے آتی تھی) جیسی خوشبو میں نے مشک وعنبر میں نہیں پائی کہ آپ ﷺ مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار تھے۔ (بخاری۔ دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۵۵)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی تشریف آوری خوشبو کی آمد سے معلوم ہو جاتی (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۷)۔ محدث بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ کا پسینہ مبارک مثل موتی کے چمکتا تھا جو مشک سے زیادہ خوشبودار تھا (دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۹۹)۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ چہرہ مبارک پر پسینہ مثل موتیوں کے چمکتا جو خالص مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتا (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۷)۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے دستِ مبارک کو نہایت خوشبودار اور ٹھنڈا پایا، گویا کہ عطر فروش کے عطر دان سے نکلا ہو۔ (مسلم، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۵۶)

حضرت حسان بن ثابتؓ حضور اقدس ﷺ کی شان میں آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

واحسن منك لم ترقط عيني
واجمل منك لم تلد النسآء
خلقت مبرّاً من كُل عيبٍ
كانّك قد خلقت كما تشآءُ

''آپ ﷺ سے بہتر ذات کبھی میری آنکھ نے نہیں دیکھی، اور آپ ﷺ سے زیادہ حسین جمیل کبھی کسی عورت کے یہاں پیدا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ ہر عیب سے مبراء و پاکیزہ ہو کر پیدا ہوئے ہیں، گویا کہ آپ ﷺ اپنی من پسند کے مطابق پیدا کیے گئے ہیں''۔ (خصائص مصطفیٰ ص ۱۲)

پُرکشش رنگت، مبارک رُخِ انور، دلنشین آنکھیں، خوبصورت ابرو، دہن دلرُبا، چمکدار دندانِ مبارک، خوبصورت ستواں ناک، حسین رُخسار، پُرنور پیشانی، پُر جمال سر مبارک، خوبصورت کندھے، فراخ سینہ، متوازن ناف، سڈول کمر، مضبوط کلائیاں، کسرتی پنڈلیاں، ترشی ہوئی ایڑیاں، خوشنما اور متوازن پاؤں، گٹھے ہوئے جوڑ، خوبصورت ہتھیلیاں، دل آویز اُنگلیاں، خوبرو کان، میانہ جسم اطہر، پُر جمال قد، معطر نورانی بغلیں، رفتار باوقار، گھنے سیاہ بال، پُرنور داڑھی، عنبریں پسینہ، صادق مہر نبوت۔ غرضیکہ ہر ہر عضو مبارک اپنی جگہ بالکل صحیح سالم اور ہر عیب

سے پاک اور تمام ظاہری و باطنی خوبیوں، حسن و جمال اور ملاحتوں پر مجتمع تھا۔ مضطر صاحب فرماتے ہیں ؎

وہ گول اور طول کو تھوڑا سا مائل چہرہ انور
مہ و خورشید جس کے سامنے شرمندہ و کمتر
اچانک دیکھ لیتا جب کوئی مرعوب ہو جاتا
مگر اللہ کا محبوب پھر محبوب ہو جاتا
وجاہت اور شوکت بھی جمال دِلبرانہ بھی
جلال حسن بھی اور عظمت پیغمبرانہ بھی
وہ رُوئے پاک جیسے تیرتا ہو آفتاب اس میں
جمال حق کا مظہر آئینہ اُم الکتاب اس میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں :

''زُلیخا کی سہیلیاں اگر حضور ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دلوں کو کاٹ دیتیں''۔(خصائل نبوی ص ۱۴)

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر انہوں نے ہاتھوں ہی کو کاٹا تھا مگر آپ ﷺ کو دیکھ لیتیں تو دل ہی کاٹ لیتیں۔ [۱]

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جناب مضطر صاحب نے اس نقشہ کو اپنے اِن اشعار میں خوب اچھے انداز میں کھینچا ہے۔

---

[۱] حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسن کی انواع ہیں۔ حسن کی ایک نوع یہ ہے کہ دیکھنے والے کو دفعۃً متحیر کردے اور پھر رفتہ رفتہ اس کی سہار ہوتی جائے۔ یوسف علیہ السلام کا حسن ایسا ہی تھا چنانچہ زلیخا کو آپ کے حسن کی سہار ہوگئی تھی۔ انہوں نے ایک دن بھی ہاتھ نہیں کاٹے تھے اور ایک نوع حسن کی یہ ہے کہ دفعۃً تو متحیر نہ کرے مگر جوں جوں اس کو دیکھا جائے تحمل سے باہر ہوجائے، جس قدر غور کیا جائے اسی قدر دل میں گھستا جائے۔ اسی کو ایک شاعر بیان کرتے ہیں۔ یزیدك وجهه حسنا اذا مازدته نظرا (ترجمہ: آپ ﷺ کے چہرے کا حسن بڑھتا ہی جاتا ہے جوں جوں میں اُس کی طرف دیکھتا ہوں)۔ حضور ﷺ کا حسن ایسا ہی تھا کہ اس میں دفعۃً متحیر کردینے کی شان ظاہر نہ تھی۔ (وعظ الرفع والوضع)

نمایاں حسن یوسف میں سفیدی تھی صباحت تھی
یہاں سرخی تھی گل گوں رنگ تھا جس میں ملاحت تھی
زنانِ مصر کی واں رہ گئی تھیں اُنگلیاں کٹ کر
یہاں قربان کر ڈالے ہیں مردانِ عرب نے سر

(ماخوذ از : '' محبوب ﷺ کا حسن و جمال'' تالیف مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب قاسمی)

❁❁❁

وفیات

تاخیر سے موصولہ اطلاع کے مطابق بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے عقیدت منداور کراچی کے تاجر محترم الحاج امیر علی صاحب ۱۷ / مارچ کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم اہلُ اللہ اور علماء کرام سے بہت محبت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ اہلِ ادارہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

❁

گزشتہ ماہ سلطان فاؤنڈری کے مالک اور مولانا محمد الیاس صاحب (فاضل جامعہ مدنیہ) کے والد محترم جناب حاجی محمد افضل صاحب انتقال فرما گئے اناللّٰہ وانا الیہ راجعون. مرحوم تبلیغی جماعت کے قدیم اراکین میں سے تھے اور اہلِ حق کے ساتھ مخلصانہ تعلق رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرما کر بلند درجات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

❁

جامعہ مدنیہ کے فاضل مولوی شاہد صاحب کی نانی صاحبہ گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں اناللّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

قسط : ۱

نبوی لیل ونہار

﴿ حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

آنحضرت ﷺ کی عاداتِ پاکیزہ کھانا کھانے کے بارہ میں :

(۱) آپ ﷺ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے اور سیدھے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھانا نوش فرماتے۔

(۲) آپ ﷺ ٹیک لگا کر کبھی کھانا نوش نہیں فرماتے بلکہ یا تو دوزانوں بیٹھتے یا بدن کے نیچے کے حصہ کو زمین پر ٹیک کر ہر دوزانو کھڑے کر کے بیٹھتے یا اُکڑو بیٹھتے اور اِسی آخری نشست کے آپ ﷺ بہت زیادہ عادی تھے [1]

(۳) آپ ﷺ نے میز کرسی پر بیٹھ کر کبھی کھانا نوش نہیں فرمایا بلکہ زمین پر دسترخوان بچھایا جاتا اور اُس پر حضور اقدس ﷺ کھانا تناول فرماتے۔

(۴) آپ ﷺ اکثر و بیشتر صرف تین اُنگلیوں سے کھانا نوش فرماتے یعنی انگوٹھے، شہادت کی اُنگلی اور بیچ کی اُنگلی سے۔ اگر کوئی پتلی چیز ہوتی تو شاذ و نادر بیچ کی اُنگلی کے برابر والی اُنگلی سے بھی کام لیتے۔

(۵) کھانے کے بعد اُنگلیاں چاٹ لیا کرتے۔ پہلے بیچ کی اُنگلی چاٹتے اُس کے بعد شہادت کی اُنگلی اور پھر انگوٹھا۔

(۶) کھانا اگر برتن کی چوٹی تک چُنا ہوتا تو آپ ﷺ چوٹی سے کھانا شروع نہیں فرماتے بلکہ اپنے سامنے نیچے کی جانب سے شروع کرتے اور فرماتے کہ کھانے میں برکت بیچ میں ہی تو ہوتی ہے۔

(۷) چھوٹی چھوٹی پیالیوں اور طشتریوں میں (جن میں اکثر اُمراء اچار چٹنیاں یا پُر تکلف کھانے چُن کر کھاتے ہیں) کھانا ناپسند فرماتے۔

(۸) آپ ﷺ حلوہ، شہد، سرکہ، کھجور، خربوزہ، ککڑی، آل (لوکی) بہت پسند فرماتے۔

---

[1] بعض روایات میں بایاں پاؤں بچھا کر اُس پر بیٹھنے اور دایاں پاؤں کھڑا کر کے کھانے کا تذکرہ بھی آیا ہے۔ (مرتب)

(۹) گوشت میں آنحضرت ﷺ کو دست، گردن اور پیٹھ کا گوشت بہت پسند تھا۔

(۱۰) آپ ﷺ کبھی خربوزہ اور کھجور، ککڑی اور کھجور، روٹی اور کھجور، یا تِل اور کھجور ملا کر تناول فرماتے۔

(۱۱) اگر کوئی کھانا طبع مبارک کو نامرغوب ہوتا تو کبھی اُس کی برائی نہیں فرماتے بلکہ خاموشی سے اُس کو چھوڑ دیتے۔

(۱۲) کچی پیاز اور کچا لہسن کبھی تناول نہیں فرماتے۔

(۱۳) آپ ﷺ نے چھنا ہوا آٹا کبھی نہیں کھایا۔

(۱۴) آپ ﷺ نے چپاتی کبھی نہیں کھائی۔

(۱۵) آپ ﷺ نے میدہ کبھی نہیں کھایا۔

(۱۶) کھجور یا روٹی کا ٹکڑا کسی پاک جگہ پڑا ہوتا تو اُس کو پونچھ کر کھا لیتے۔

(۱۷) بہت گرم کھانا جس میں سے بھاپ نکل رہی ہوتی تناول نہیں فرماتے بلکہ اُس کو ٹھنڈا ہونے دیتے۔ گرم کھانے کے لیے کبھی فرماتے کہ اللہ نے ہم کو آگ نہیں کھلائی ہے، اور کبھی فرماتے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔

(۱۸) آپ ﷺ کھانے کو کبھی نہیں سونگھتے اور اِس کو بُرا جانتے۔

(۱۹) آپ ﷺ کھانا وغیرہ بیٹھ کر ہی نوش فرماتے مگر میوہ یا پھل کھڑے کھڑے بھی نوشِ جان فرمالیا کرتے اور کبھی چل پھر کر بھی۔

(۲۰) آپ ﷺ جب کسی کھانے میں دستِ مبارک ڈالتے تو اُنگلیوں کو جڑوں تک کھانے میں نہیں بھرتے۔

(۲۱) آپ ﷺ پکے ہوئے گوشت کو کبھی چھری سے کاٹ کر نوشِ جان فرماتے۔

(۲۲) کھانے اور پینے کے برتن کو ڈھکوا کر رکھواتے، اگر کوئی چیز ڈھکنے کو نہیں ہوتی تو ایک چھوٹی سی لکڑی برتن کے منہ پر رکھوا دیتے۔

(۲۳) اگر مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور کسی ہم جلیس کو کوئی چیز کھانے یا پینے کی عنایت فرماتے تو

سیدھی جانب بیٹھنے والے کو اِس کا زیادہ حق دار سمجھتے اور اس کو دیتے، اور اگر اُلٹی جانب بیٹھنے والے کو عنایت فرمانا چاہتے تو سیدھی طرف والے سے اجازت طلب فرماتے۔ اور یہ ترتیب اور یہ عمل ہمیشہ ملحوظ رہتا، چاہے اُلٹی طرف کا آدمی کتنی ہی بڑی حیثیت کا ہوتا۔

(۲۴) آنحضرت ﷺ شام کے وقت صبح کا کھانا اور صبح کے وقت شام کا کھانا کبھی اُٹھا کر نہیں رکھتے۔

(۲۵) آپ ﷺ سالن کے نیچے کا حصہ بہت پسند فرماتے اور اکثر اس کو بعد میں پی جاتے۔

(۲۶) گھر میں آنحضرت ﷺ گوشت لا کر دیتے تو ہدایت فرماتے کہ اس میں شوربا رکھنا تاکہ اِس میں سے پڑوسی کو دیا جا سکے۔

(۲۷) کھانے کی یا پینے کی چیز میں حضور اکرم ﷺ پھونگ نہیں مارتے اور اِس کو بُرا جانتے۔

(۲۸) آپ ﷺ کبھی خربوزہ شکر کے ساتھ تناول فرماتے۔

(۲۹) آپ ﷺ کبھی دو میووں کو ایک ساتھ کھاتے۔ ایک کو ایک ہاتھ میں دوسرے کو دوسرے ہاتھ میں، کبھی اس میں سے لقمہ لیتے کبھی اُس میں سے۔ اس طرح آپ ﷺ نے کھجور اور خربوزہ بھی کھایا ہے۔ کھجور سیدھے ہاتھ میں اور خربوزہ اُلٹے ہاتھ میں۔

(۳۰) حضور اقدس ﷺ کھجور کھاتے تو اُلٹے ہاتھ سے گٹھلی پھینکتے جاتے۔

(۳۱) آپ ﷺ گٹھلی دو اُنگلیوں یعنی شہادت اور بیچ کی اُنگلی سے پھینکتے، اس طرح کہ ان دونوں اُنگلیوں کی پشت پر گٹھلی رکھتے اور پھینک دیتے۔

(۳۲) آپ ﷺ ککڑی نمک سے بھی کھاتے۔

(۳۳) حضور اکرم ﷺ نیا کھانا دیکھتے تو اُس کا نام پہلے دریافت فرماتے پھر دستِ مبارک اُس کی طرف دراز فرماتے۔

(۳۴) آخر زندگی میں جبکہ آپ ﷺ کو دھوکہ سے زہر کھلا دیا گیا تھا، عادتِ طیبہ یہ بھی ہوگئی تھی کہ جب کوئی شخص کوئی کھانا بطورِ ہدیہ خدمتِ عالی میں پیش کرتا تو اُس کو اِس کھانے میں سے ایک لقمہ پہلے کھلا دیتے پھر نوشِ جان فرماتے، مگر یہ صورت اجنبی لوگوں کے ساتھ ہوتی۔

(۳۵) گوشت دار ہڈیوں میں پہلو کی ہڈی بہت پسند فرماتے۔

(۳۶) آنحضرت ﷺ کہیں مدعو ہوتے اور کوئی شخص بغیر بُلائے ساتھ ہو جاتا تو آپ ﷺ اُس کو ساتھ لے لیتے مگر داعی کے گھر پہنچنے پر داعی سے اُس کے لیے اجازت طلب فرماتے، اجازت حاصل ہونے پر اُس کو ہمراہ لے جاتے۔

(۳۷) مہمان کو کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے اور کھاؤ اور کھاؤ یہاں تک کہ مہمان بے حد انکار کرتا تب آپ ﷺ اپنا اصرار ترک فرماتے۔

(۳۸) کسی مجمع میں کھانا تناول فرمانے کا موقع پیش آتا تو سب سے آخر میں آپ ﷺ ہی کھانے سے اُٹھتے، کیونکہ بعض لوگ دیر تک کھاتے رہنے کے عادی ہوتے ہیں اور ایسے لوگ جب دوسروں کو کھانے سے اُٹھتا دیکھتے ہیں تو شرم کی وجہ سے خود بھی اُٹھ جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا لحاظ فرماتے ہوئے حضور اکرم ﷺ بھی بتکلف تھوڑا تھوڑا کھاتے ہی رہتے۔

(۳۹) کھانا شروع کرتے وقت تین لقموں تک ہر لقمہ پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہہ کر لقمہ لیتے۔

(۴۰) جو شخص بغیر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے کھانا شروع کر دیتا تو آنحضرت ﷺ اُس کا ہاتھ پکڑ لیا کرتے اور اُس کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہنے کے لیے تاکید فرماتے۔

(۴۱) کوئی شخص اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے آپ ﷺ کو دکھائی دیتا تو آپ ﷺ اُس کے ہاتھ کو ایسا جھٹکتے کہ اُس کے ہاتھ سے لقمہ گر جاتا اور پھر فرماتے کہ کھانے میں سیدھے ہاتھ سے کام لو۔

(۴۲) کھانا اگر ایک قسم کا آپ ﷺ کے سامنے ہوتا تو آپ ﷺ صرف اپنے ہی سامنے سے تناول فرماتے اور اگر مختلف قسم کا کھانا ہوتا تو چاہے برتن ایک ہی ہوتا تو آپ ﷺ بلا تأمل دوسری جانب بھی ہاتھ بڑھاتے۔

(۴۳) پرانی کھجور تناول فرماتے تو پہلے اندر سے اُس کو صاف کر لیتے پھر تناول فرماتے۔

(۴۴) کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے اور ہاتھوں میں جو تری ہوتی اُس کو اپنے ہاتھوں چہرے اور سرِ مبارک پر مل کر خشک کر لیا کرتے۔

(۴۵) جب حضور اکرم ﷺ مرغی کھانا چاہتے تو کئی روز پہلے حکم دیتے کہ وہ باہر پھرنے سے روک لی

جائے پھر اُس کو ذبح کرا کے پکواتے اور تناول فرماتے۔

(۴۶) آپ ﷺ کھچڑی بہت پسند فرماتے۔

(۴۷) گوشت کے شوربے میں ڈبوئی ہوئی روٹی (ثرید) بہت مرغوب طبع تھی۔

(۴۸) مکھن اور کھجور بھی حضور اقدس ﷺ کو بہت پسند تھے۔

(۴۹) دُودھ اور کھجور ساتھ ساتھ تناول فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ دونوں چیزیں بہت عمدہ ہیں۔

(۵۰) جب آنحضرت ﷺ کھانے میں سے اول لقمہ لیتے تو فرماتے یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ

(۵۱) جب کھانا پاس آتا تو فرماتے : اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ مَارَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. بِسْمِ اللّٰهِ.

(۵۲) جب آپ ﷺ کھانا تناول فرما چکتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ .

(۵۳) جب دسترخوان اُٹھ جاتا تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ غَیْرَ مُکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنٍی عَنْهُ ۔

(۵۴) جب حضور اکرم ﷺ کہیں مدعو ہوتے تو داعی کے حق میں ان الفاظ سے ضرور دعا فرماتے اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیْ مَارَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ ۔

آنحضرت ﷺ کی عاداتِ طیبہ پینے میں :

(۵۵) آنحضرت ﷺ پانی چُوس کر بغیر آواز کے نوش فرماتے۔ غٹ غٹ کر کے آواز کی گھونٹوں سے کبھی نہیں پیتے تھے۔

(۵۶) آپ ﷺ کو میٹھے پانی کا بہت شوق تھا۔ دُور دُور سے یعنی دو روز تک کی مسافت سے منگا کر نوش فرماتے۔

(۵۷) ازواجِ مطہراتؓ میں چونکہ حضور ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خصوصی اُنس تھا اس لیے عادتِ طیبہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس برتن سے اور جس رُخ سے پانی پیتیں، آنحضرت ﷺ بھی اپنے لبِ مبارک اُسی جگہ لگا کر پانی نوشِ جان فرماتے۔

(۵۸) پینے کی چیزوں میں دُودھ طبیعتِ پاک کو سب سے زیادہ مرغوب تھا۔

(۵۹) دُودھ کبھی تنہا استعمال فرماتے اور کبھی ٹھنڈا پانی ملا کر نوشِ جان فرماتے۔

(۶۰) کبھی آپ ﷺ مشک یا ڈول سے منہ لگا کر پانی پی لیا کرتے۔

(۶۱) آنحضرت ﷺ جب پینے کی چیز کسی مجلس میں تقسیم کراتے تو حکم دیتے کہ پہلے عمر میں بڑے لوگوں سے دَور شروع کیا جائے۔

(۶۲) جب مجلس میں کسی پینے کی چیز کا دور چل رہا ہوتا اور بار بار پیالہ آرہا ہوتا تو دوسرا پیالہ آنے پر حضورِ اکرم ﷺ اُسی جگہ سے شروع کراتے جہاں پہلا دور ختم ہوا تھا۔

(۶۳) جب آنحضرت ﷺ اپنے احباب کو کوئی چیز پلاتے تو آپ ﷺ خود سب سے آخر میں نوشِ جان فرماتے اور فرماتے کہ ساقی سب سے آخر میں پیتا ہے۔

(۶۴) حضورِ اقدس ﷺ عام استعمال گاہوں مثلاً نہروں، ندیوں یا تالابوں سے پانی منگا کر نوش فرمایا کرتے تھے تاکہ عام مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل فرمائیں۔

(۶۵) آنحضرت ﷺ نے کانچ، مٹی، تانبے، اور لکڑی کے برتنوں میں پانی نوش فرمایا ہے۔

(۶۶) آپ ﷺ اکثر جَو کے ستّو استعمال فرماتے۔

(۶۷) بادام کے ستّو ایک مرتبہ خدمتِ عالی میں پیش ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو پینے سے انکار فرمایا اور فرمایا کہ یہ اُمراء کی غذا ہے۔

(۶۸) شہد ملا ہوا دُودھ بھی حضورِ اکرم ﷺ نوش نہیں فرماتے اور فرماتے کہ ''دو سالن ایک برتن میں''، یعنی یہ اسراف کیسا؟

(۶۹) آپ ﷺ پانی بیٹھ کر تین سانس میں اِس طرح نوش فرماتے کہ ہر دفعہ برتن سے منہ مبارک لگاتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتے اور جب برتن کو منہ سے ہٹاتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فرماتے، آخر مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے ساتھ وَالشُّکْرُ لِلّٰہِ بھی بڑھا دیتے۔ (جاری ہے)

گلدستۂ حدیث مولانا نعیم الدین صاحب

دو قسم کے حریص

عن انسؓ ان النبی ﷺ قال : "مَنْهُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ فِی الْعِلْمِ لَا یَشْبَعُ مِنْهُ وَمَنْهُوْمٌ فِی الدُّنْیَا لَا یَشْبَعُ مِنْهَا". (شعب الایمان للامام البیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو حرص کرنے والے ایسے ہیں جن کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا (۱) ایک علم میں حرص کرنے والا کہ اُس کا پیٹ کبھی علم سے نہیں بھرتا (۲) اور دوسرا دُنیا کی حرص کرنے والا کہ اُس کا پیٹ دُنیا سے کبھی نہیں بھرتا۔

اس حدیثِ مبارک میں حضور اکرم ﷺ نے علم کی فضیلت ذکر فرمائی ہے کہ علم ایسی عظیم دولت ہے کہ جب انسان کو اِس کا چسکا لگ جاتا ہے تو (چونکہ اُس کی کوئی آخری حد تو ہے نہیں اس لیے) وہ اپنے حاصل کردہ علم پر قناعت نہیں کرتا اور اس سے سیر نہیں ہوتا بلکہ حصولِ علم میں ہر درجہ آگے سے آگے بڑھنے کی جستجو میں رہتا ہے۔ علماء ربانیین کی زندگیاں اِس پر شاہدِ عدل ہیں۔

دو قسم کے علم

عن الحسنؒ قال : اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذَاکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذَاکَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَی ابْنِ آدَمَ "(مسندِ دارمی)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک وہ علم جو دل کے اندر ہوتا ہے یہ علم تو نفع دیتا ہے (۲) اور دوسرا وہ علم ہے جو زبان کے اُوپر ہوتا ہے، یہ علم آدمی پر اللہ عزوجل کی دلیل و حجت ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے علم کی جو دو قسمیں کی ہیں ان میں سے پہلی قسم کو "علمِ باطن" کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کو "علمِ ظاہر"۔ جب تک ظاہر کی اصلاح نہیں ہوتی، علمِ باطن سے کچھ میسر نہیں آتا۔ اسی طرح جب تک باطن کی اصلاح نہیں ہوتی، علمِ ظاہر کی تکمیل نہیں ہوتی۔

علمِ ظاہر کو جو اِس حدیث میں آدمی پر اللہ کی دلیل و حجت کہا گیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ بندوں کو الزام دیتے ہوئے فرمائیں گے کہ میں نے تمہیں علم دیا تھا تم نے اِس پر عمل کیوں نہیں کیا۔ ✡✡✡

بچوں کی پرورش سے متعلق احادیثِ نبویہ

﴿ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

بچوں کی پرورش میں مصیبتیں جھیلنے اور دُودھ پلانے کی فضیلت :

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عورت اپنی حالتِ حمل سے لے کر بچہ جننے اور دُودھ چھڑانے تک فضیلت وثواب میں ایسی ہے جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی نگہبانی کرنے والا (جس میں ہر وقت وہ مجاہدہ کے لیے تیار رہتا ہے) اور اگر (عورت) اِس درمیان میں مرجائے تو اُس کو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (کسوۃ النساء، بہشتی زیور ۸/۴۶۶)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب عورت بچہ کو دُودھ پلاتی ہے تو ہر گھونٹ کے پلانے پر اُس کو ایسا اجر ملتا ہے جیسے کسی جاندار کو زندگی دے دی پھر وہ جب دُودھ چھڑاتی ہے تو فرشتہ اُس کے کندھے پر (شاباشی سے ہاتھ) مارتا ہے اور کہتا ہے کہ پچھلے گناہ سب معاف ہوگئے، اب آگے جو گناہ کا کام ہوگا وہ آئندہ لکھا جائے گا'' اور اس سے مراد گناہِ صغیرہ ہیں، مگر گناہِ صغیرہ کا معاف ہوجانا کیا تھوڑی بات ہے۔ (کسوۃ النساء، بہشتی زیور ۸/۴۶۷)

لڑکیوں کی پرورش کرنے کی فضیلت :

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کو علم و ادب سکھلائے اور اُن کی پرورش کرے اور اُن پر مہربانی کرے، اُس کے لیے ضرور جنت واجب ہوجاتی ہے۔ (رواہ البخاری)

فائدہ : چونکہ اولاد سے طبعی محبت ہوتی ہے اس لیے اِس حق کے بیان کرنے میں شریعت نے زیادہ اہتمام نہیں فرمایا اور لڑکیوں کو چونکہ حقیر سمجھتے تھے اِس لیے اُن کی تربیت کی فضیلت بیان فرمائی۔ (فروغ الایمان)

حمل ساقط ہوجانے اور زچہ بچہ کے مرجانے کی فضیلت :

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو عورت کنوارپنے کی حالت میں یا حمل میں بچہ جننے کے وقت یا چلّے کے دنوں میں مرجائے اُس کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ (بہشتی زیور ۸/۴۶۲)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو حمل گر جائے وہ بھی اپنی ماں کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا جب کہ ثواب سمجھ کر صبر کرے۔ (بہشتی زیور ۸/۴۶۲)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس عورت کے تین بچے مرجائیں اور وہ ثواب سمجھ کر صبر کرے تو جنت میں داخل ہوگی۔ ایک عورت بولی یا رسول اللہ! جس کے دو ہی بچے مرے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دو کا بھی یہی ثواب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک بچے کے مرنے کو پوچھا تو آپ ﷺ نے اس میں بھی بڑا ثواب بتلایا۔ (بہشتی زیور ۴۶۲/۸)

☆ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے ارشاد فرمایا کیا تم اِس بات پر راضی نہیں (یعنی راضی ہونا چاہیے) کہ جب تم میں کوئی اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اور وہ شوہر اِس سے راضی ہو تو اُس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے والے اور شب بیداری کرنے والے کو ملتا ہے۔ اور جب اس کو دردِزہ ہوتا ہے تو آسمان اور زمین کے رہنے والوں کو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت کا جو سامان مخفی رکھا گیا ہے اس کی خبر نہیں۔ پھر جب وہ بچہ جنتی ہے تو اس کے دُودھ کا ایک گھونٹ بھی نہیں نکلتا اور اُس کی پستان سے ایک دفعہ بھی بچہ نہیں چوستا جس میں اُس کو ہر گھونٹ اور ہر چوسنے پر ایک نیکی نہ ملتی ہو (یعنی ہر مرتبہ نیکی ملتی ہے) اور اگر بچہ کے سبب اُس کو رات کو جاگنا پڑے تو اُس کو راہِ خدا میں ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ (کنزالعمال۔ بہشتی زیور ۴۶۴/۸)

☆ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی، اُس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ایک کو گود میں لے رکھا تھا دوسرے کی اُنگلی پکڑے ہوئے تھی۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ عورتیں پہلے پیٹ میں بچے کو رکھتی ہیں پھر جنتی ہیں پھر اِن کے ساتھ کس طرح محبت اور مہربانی کرتی ہیں۔ اگر ان کا برتاؤ شوہروں سے برا نہ ہوتا تو اِن میں جو نماز کی پابند ہوتی ہیں سیدھی جنت میں چلی جایا کرتیں۔ (بہشتی زیور ۴۶۴/۸)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو عورت بیوہ ہو جائے اور خاندانی بھی ہے، مالدار بھی ہے لیکن اُس نے اپنے بچوں کی خدمت اور پرورش میں لگ کر اپنا رنگ میلا کر دیا یہاں تک کہ وہ بچے یا تو بڑے ہو کر الگ رہنے لگے، یا مر مرا گئے تو ایسی عورت جنت میں مجھ سے ایسی نزدیک ہوگی جیسے کلمہ والی اُنگلی اور بیچ کی اُنگلی۔

فائدہ : (اس سے مراد وہ عورت ہے جس کو نکاح کی خواہش قطعاً نہ ہو ورنہ بیوہ کو بھی نکاح کرنا ضروری ہے۔

جناب جنرل پرویز مشرف صاحب
اور
جناب شوکت عزیز صاحب
کے نام کھلا خط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ .... مزاج گرامی!

پاکستانی پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کے اقدام پر اسلامیانِ وطن نے اطمینان کا سانس لیا ہی تھا کہ اب ایجنسیوں نے اس مسئلہ پر ایسی صورت حال پیدا کر دی ہے جو انتہائی خطرناک ہے۔ ذیل کے واقعات پر توجہ فرما کر اس نئے اضطراب کو ختم کیا جائے :

۱۔ جس دن لاہور میں شیعہ رہنما جناب غلام حسین نجفی کو دن دیہاڑے نشانہ بنایا گیا اُسی روز ہی پنجاب اسمبلی میں منارٹیز الائنس کے ارکان، صوبائی اسمبلی پرویز رفیق، نوید عامر اور سلیم نے صوبائی اسمبلی کے سپیکر چیمبر میں قرارداد جمع کرائی کہ پاسپورٹ میں خانہ مذہب بحال نہ کیا جائے۔

۲۔ قومی اسمبلی کی قائمہ رابطہ کمیٹی برائے داخلہ کے قائم مقام چیئرمین ملک نیاز احمد جھکڑ کی صدارت میں قرارداد منظور کی کہ پاسپورٹ میں خانہ مذہب بحال کرنے سے ملک کی ساکھ کو نقصان پہنچا ہے۔

جناب عالی! سینٹ کی حج سٹینڈنگ کمیٹی نے متفقہ طور پر اس سے قبل قرارداد منظور کی تھی کہ پاسپورٹ میں خانہ مذہب بحال کیا جائے۔ اسی طرح سرحد کی اسمبلی سے بھی اس قسم کی قرارداد منظور ہو چکی ہے۔ آج ایک صوبائی اسمبلی کی منظور کردہ قرارداد کے خلاف دوسری صوبائی اسمبلی میں بھی قرارداد منظور کروانے کی کاوش اور سینٹ آف پاکستان کی سٹینڈنگ کمیٹی کی قرارداد کے خلاف قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی کی قرارداد منظور کرنا، اسمبلیوں کو اسمبلیوں اور سینٹ کو قومی اسمبلی کے مقابل لا کھڑا کرنا، ملک کو نئے بحران میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے۔

قادیانی لابی جنہوں نے پچیس سال سے موجود پاسپورٹ میں خانہ مذہب کو حذف کرایا، اسے سٹاف اور نادرا کی غلطی کہہ کر معاملہ کو چلتا کیا گیا۔ اس سازش کے ذمہ داران کے خلاف تادیبی کارروائی نہ کرنے کی وجوہات اور پس منظر سے آپ سے بڑھ کر کون واقفِ حال ہوگا؟ لیکن بظاہر اگر کارروائی کردی جاتی تو یہ لابی شیر دل نہ ہوتی۔ اب انہوں نے بھانت بھانت کی بولیاں بلوا کر مذہبی انارکی اور خانہ جنگی کی طرف روڑا پھینکا ہے، اس کا بروقت تدارک ضروری ہے۔ قادیانی لابی نے جو چال چلی ہے اُس پر گہرے غور وفکر اور مضبوط اقدام کی ضرورت ہے۔

۳۔ ۹ر مارچ کو اسلام آباد میں سابق پاک بحریہ کے قادیانی سربراہ ظفر چوہدری کے بیٹے عامر چوہدری کرنل ریٹائرڈ قادیانی کو رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔ وہ ۱۵ر کروڑ ماہانہ ملک کو نقصان پہنچا رہا تھا، اُس کے خلاف کیا اقدام ہوا ؟

۴۔ رسول پور تارڑ ضلع حافظ آباد میں پاکستانی قادیانی کورا کا ایجنٹ ہونے پر گرفتار کیا گیا۔ اسلحہ و بم اُس سے برآمد ہوئے، اُس کے خلاف مزید کیا اقدام ہوا ؟

۵۔ پاکستان کی قومی وصوبائی اسمبلیوں اور سینٹ میں جتنی نمائندگی اقلیتوں کو دی گئی ہے، پوری دنیا (یورپ وامریکہ) میں کہیں یہ رعایت مسلم اقلیتوں کو حاصل ہے؟ نہیں اور بالکل نہیں، تو اس کے باوجود پاکستانی منارٹیز الائنس کا مسلم اکثریت کی رائے عامہ کو نظر انداز کرنا دانشمندی قرار دیا جاسکتا ہے ؟

۶۔ ایک جائز دینی امر کے لیے اسلامیانِ وطن نے آئینی حدود میں رہ کر جدوجہد کی جس کے نتیجہ میں وفاقی وزارتی کمیٹی اور وفاقی کابینہ نے بحالی خانہ مذہب کا آرڈر کیا۔ اس پر عمل درآمد کب ہوگا؟ ابتدائی مرحلہ میں اس کے خلاف یہ مختلف روشن خیالی کے علمبردار دانشور اور دیگر حلقوں کا سیخ پا ہونا کیا وہی عمل تو نہیں دہرایا جارہا کہ گزشتہ دورِ حکومت میں (جب جناب چوہدری شجاعت حسین وفاقی وزیرِ داخلہ تھے) شناختی کارڈ میں خانہ مذہب کی شمولیت کا اعلان کرکے اس سے انحراف کیا گیا، کیونکہ اس دور میں قادیانی لابی نے پس منظر میں رہ کر پیش منظر پر اقلیتوں کو لا کھڑا کیا اور حکومت کے انحراف کے لیے وجہ جواز بنا دیا گیا، اب بھی ایسے ہو رہا ہے۔ بہت ہی ٹھنڈے دل ودماغ سے اس صورتِ حال پر نظر رکھنا ملکی مفاد کا عین تقاضہ ہے۔

۷۔ جنابِ صدر صاحب ! وزیرِ اعظم صاحب ! بہت ہی دُکھے دل سے آپ سے عرض ہے کہ کیا

پاکستان کی بنیاد دوقومی نظریہ پر نہ تھی؟ پاسپورٹ میں خانہ مذہب قادیانی لابی کی حرمین شریفین جانے میں سفری دستاویزی رُکاوٹ نہیں ہے؟ اس پر پاکستان کی ساکھ کو خراب کرنے کا واویلا یا سفری دستاویز کو مذہبی دستاویز کی پھبتی، سراسر زیادتی اور انصاف کے قتل کے مترادف ہے۔

۸۔ آئینی حدود میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد کرنا آپ اور ہم سب مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔ایک جائز دینی مطالبہ جس پر پچیس سال سے عمل ہو رہا تھا، اُسے نظرانداز کرنا اور چار ماہ تک اسے لٹکائے رکھنا، خانہ مذہب کو بیکار سمجھ کر پاسپورٹ سے نکال دینا، ان کارندوں کے خلاف تادیبی کارروائی نہ کرنا، وزارتی کمیٹی اور پھر کابینہ کا فیصلہ اور اُس پر عمل درآمد کے لیے رُکاوٹیں کھڑی کرنا۔کیا یہ ایسے معاملات نہیں کہ جن پر آپ حضرات جیسے طاقتور حکمران توجہ دیں۔توجہ فرمایئے! پچیس سال سے اس خانہ کے ہوتے ہوئے نہ پاکستان کی ساکھ خراب ہوئی اور نہ سفری دستاویز مذہبی دستاویز بنی۔اب بحال ہونے کا آرڈر ہو گیا تو پاکستان کی ساکھ کے علمبردار میدانِ عمل میں آ گئے۔

طوالت کی معافی کے ساتھ آپ سے درخواستگار ہے کہ فیصلہ پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے، جو بغیر خانہ مذہب کے پاسپورٹ جاری ہوئے انہیں واپس لیا جائے۔ حالات کی ستم ظریفی ملاحظہ فرمائی جائے کہ آج ایک مسلمان کو اپنے مسلم حکمران کے سامنے وضاحت کرنے پڑی کہ مسئلہ ختم نبوت سے ہمارے کوئی سیاسی مقاصد نہیں۔ ووٹوں یا سیاسی قد کاٹھ کی بڑھوتی کے لیے اس مقدس مسئلہ ختم نبوت کو آڑ بنانا ہم گناہ عظیم یقین کرتے ہیں۔

ہماری جائز درخواست پر توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بروقت متذکرہ اُمور پر توجہ کی توفیق عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم رحمتِ عالم کی ختم المرسلین کو گواہ بنا کر وعدہ کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کے مکمل حل ہونے تک اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔ مولائے کریم ہم سب کے حامی و ناصر ہوں۔ آمین!

فقیر اللہ وسایا

رابطہ سیکرٹری آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت پاکستان

صدر دفتر حضوری باغ روڈ ملتان

دینی مسائل

﴿ بیمار کی نماز کا بیان ﴾

قیام سے متعلق مسائل :

مسئلہ : جو شخص بیماری یا عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہو وہ بیٹھ کر فرض نماز پڑھے اور رکوع و سجود کرے۔

تنبیہ : عذر کا معنی یہ ہے کہ اُس کو کھڑا ہونے سے ضرر ہوتا ہو خواہ عذر فرض یا واجب یا سنتِ فجر شروع کرنے سے پہلے موجود ہو یا نماز کے اندر لاحق ہوا ہو۔ اور خواہ وہ عذر حقیقی ہو جیسے اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا حکمی ہو مثلاً کھڑے ہونے سے مرض کی زیادتی کا یا دیر میں اچھا ہونے کا یا چکر آنے کا خوف ہو یا کھڑے ہونے سے بدن میں کسی جگہ شدید اور نا قابل برداشت درد ہوتا ہو۔ اِن سب صورتوں میں قیام ترک کرے اور بیٹھ کر رکوع و سجود سے نماز پڑھے، اور اگر تھوڑا (یعنی قابل برداشت) درد یا تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر تھوڑی دیر قیام پر قادر ہے اور ساری نماز میں قادر نہیں تو جس قدر کھڑا ہو سکتا ہے اُتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے۔ پس اگر اس بات پر قادر ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے اور قراءت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اسی قدر کھڑا ہونا فرض ہے پھر قراءت کے لیے بیٹھ جائے، یا اگر تکبیر کہہ کر تھوڑی سی قراءت کے واسطے بھی قیام کر سکتا ہے پوری قراءت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اُس کے لیے حکم ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے اور جس قدر کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے اگرچہ ایک آیت ہی ہو اُتنی دیر کھڑا ہو کر قراءت کرے پھر عاجز ہو تو بیٹھ جائے۔

اگر دیوار وغیرہ کا سہارا لگا کر کھڑے ہونے پر قادر ہے تو سہارا لگا کر کھڑے ہو کر نماز پڑھے اِس کے سوا اور کچھ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر عصا (لاٹھی) یا اپنے خادم یعنی کسی فرمانبردار پر سہارا لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو سہارے سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے ورنہ نماز دُرست نہ ہوگی اور اُس کا لوٹانا فرض ہوگا اس لیے کہ جس طرح پورے قیام پر قادر ہونے سے پورا قیام فرض ہے اسی طرح بعض قیام پر قادر ہونے سے بعض قیام اُس پر فرض ہے۔

مسئلہ : اگر مریض اتنا کمزور ہو کہ گھر میں نماز پڑھے تو قیام کر سکتا ہے اور مسجد میں جماعت کے لیے

جانے کے بعد قیام پر قادر نہ ہوگا تو مختار قول یہ ہے کہ مسجد میں جانا اس سے ساقط ہوگا اور وہ اپنے گھر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ لے۔ اگر گھر میں جماعت میسر ہو تو جماعت سے پڑھے ورنہ اکیلے پڑھ لے۔

مسئلہ : اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے رمضان المبارک کے روزے سے عاجز ہو جائے گا تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے۔

بیٹھ کر نماز پڑھنا :

مسئلہ : قیام پر قادر نہ ہو تو مریض و معذور کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں ہے بلکہ جس طرح اُس کے لیے آسان ہو اُسی طرح بیٹھے۔ لیکن اگر دوزانو (یعنی جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں) آسان ہو یا کسی دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دوزانو بہتر ہے ورنہ گھٹنوں یا چارزانوں اور جس طرح آسانی سے بیٹھ سکے بیٹھے، اور تشہد کے وقت اگر ہو سکے تو دوزانو ہو جائے ورنہ اس میں بھی جس طرح آسانی ہو بیٹھے۔ رکوع کرنے میں اپنے سر کو گھٹنوں تک جھکا دے، سرین نہ اُٹھائے۔

مسئلہ : اگر مریض سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں اور کسی دیوار سے یا کسی فرمانبردار شخص یا تکیہ یا کسی اور چیز کا سہارا لے کر بیٹھنے پر قادر ہے تو اُس پر فرض ہے کہ اُس سہارے سے بیٹھ کر نماز پڑھے اُس کو لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر قیام و رکوع و سجود سے عاجز ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اشارہ کی حقیقت سر جھکا دینا ہے، اور سجدہ کا اشارہ رکوع سے لازمی طور پر زیادہ نیچے کرے اور اگر رکوع و سجود برابر کرے گا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر رکوع و سجود سے عاجز ہے یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا اور قیام پر قادر ہے تو مستحب اور افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ قربِ زمین کی وجہ سے اس میں سجدہ کے ساتھ زیادہ مشابہت ہے اور اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ : اشارہ سے نماز پڑھنے والا سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت بھی اشارہ سے کرے۔

مسئلہ : اگر پیشانی پر زخم ہو جس کی وجہ سے پیشانی پر سجدہ نہ کر سکے تو اُس کو اشارہ سے نماز پڑھنا درست نہیں اور اس کو ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے۔ اگر ناک پر سجدہ نہ کیا اور اشارہ سے نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی۔ اگر پیشانی

اور ناک دونوں میں عذر مثلاً زخم ہے تو سجدہ کے لیے سر سے اشارہ کرلینا کافی ہے سجدہ نہ کرے۔

مسئلہ : اگر کسی کبڑے یا بوڑھے کی پیٹھ رکوع کی حد تک جھکی ہوئی ہو تو وہ رکوع کے لیے اپنے سر سے اشارہ کرے یعنی سر کو ذرا جھکا دینے سے اُس کا رکوع ادا ہو جائے گا۔

لیٹ کر نماز پڑھنا :

مسئلہ : اگر بیٹھنے پر قادر نہیں اگرچہ وہ عذر حکمی ہو مثلاً کسی نے آنکھ بنوائی اور طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا حکم کیا اور ہلنے جلنے سے منع کر دیا تو لیٹے لیٹے اشارہ سے نماز پڑھتا رہے کیونکہ جیسے جان بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضاء کا بچانا بھی فرض ہے۔

مسئلہ : لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ چت یعنی کمر پر لیٹے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف پھیلائے (ہمارے ملک میں چونکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے لہٰذا مریض کا سر مشرق کی طرف ہوگا اور اُس کے پاؤں مغرب کی طرف ہوں گے) اور اشارہ سے رکوع و سجود کرے۔ لیکن اگر کچھ طاقت ہو تو دونوں گھٹنوں کو کھڑا کرلے اور پاؤں قبلہ کی طرف نہ پھیلائے کیونکہ بلاضرورت یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے۔

چاہیے کہ سر کے نیچے ایک تکیہ رکھ دیں تا کہ لیٹا ہوا مریض بیٹھنے والے کے مشابہ ہو جائے اور سر قبلہ کی طرف ہو جائے آسمان کی طرف نہ رہے، اور رکوع و سجود کے لیے اشارہ بھی اچھی طرح کر سکے۔

مسئلہ : اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں یا بائیں کروٹ پر لیٹے اور منہ قبلہ کی طرف کو کرکے اشارہ سے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن چت لیٹنا اولیٰ وافضل ہے اور دائیں کروٹ کو بائیں کروٹ پر فضیلت ہے اور جائز دونوں طرح ہے۔

مسئلہ : اگر تندرست آدمی نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر اُس کو کوئی مرض ایسا پیدا ہو گیا کہ قیام نہیں کر سکتا مثلاً کوئی رگ چڑھ گئی تو بیٹھ کر باقی نماز پڑھے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں اور رکوع و سجود کرے اور اگر رکوع و سجود پر بھی قادر نہیں تو بیٹھ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے۔

مسئلہ : جو شخص عذر کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع و سجود سے نماز پڑھتا تھا پھر نماز کے اندر تندرست ہو گیا یعنی قیام پر قادر ہو گیا تو اپنی باقی نماز کھڑے ہو کر پڑھے۔

مسئلہ : اگر کچھ نماز کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اشارہ سے پڑھی پھر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر رکوع وسجود کرنے پر قادر ہو گیا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔

یہ حکم اُس وقت ہے جب رکوع وسجود کی قدرت ایک دفعہ اشارہ سے رکوع وسجود کر لینے کے بعد حاصل ہوئی ہو لیکن اگر نماز شروع کرنے کے بعد اور رکوع وسجود کرنے سے پہلے یہ قدرت حاصل ہوئی تو اسی نماز کو رکوع وسجود کے ساتھ پورا کرلے، نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

اگر چت یا کروٹ پر لیٹ کر اشارہ سے نماز شروع کی تو خواہ رکوع وسجود کے اشارہ سے پہلے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر رکوع وسجود کرنے پر قادر ہو گیا یا بعد میں قادر ہوا، ہر حال میں نئے سرے سے نماز پڑھے۔

مسئلہ : عذر کے ساتھ اشارہ سے جو نمازیں پڑھیں صحت کے بعد اُن کا اعادہ نہیں ہے۔

مسئلہ : اسی طرح کسی کی زبان ایک دن رات تک بند رہی اور گونگے کی طرح نماز پڑھی پھر زبان کھل گئی تو ان نمازوں کا اعادہ نہیں ہے۔

مسئلہ : جب مریض سر سے اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو تو نماز کا فرض اس سے ساقط ہو جاتا ہے۔ آنکھ یا اَبرو یا دل کے اشارہ سے نماز نہ پڑھے کیونکہ ان کے اشارہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے مریض کو جب صحت ہو جائے تو اُس پر ایسی نمازوں کی قضا کے لازم ہونے یا نہ ہونے میں چار صورتیں ہیں۔

(۱) مرض ایک دن ایک رات یعنی پانچ نمازوں سے زیادہ رہا اور اس کی عقل قائم نہ رہی، اِس صورت میں حالتِ مرض کی نمازوں کی قضا نہیں ہے۔

(۲) مرض بے ہوشی کے ساتھ ایک دن ایک رات یا اس سے کم رہا مگر عقل قائم رہی، اِس صورت میں صحت ہونے پر قضا پڑھے۔

(۳) دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل قائم رہی۔

(۴) مرض دن رات سے کم رہا اور عقل قائم نہ رہی۔

۳ اور ۴ دونوں صورتوں میں قضا لازم ہے۔ (جاری ہے)

اخبار الجامعہ

جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

۳؍اپریل بروز اتوار کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر قائد اہلِ سنت نمبر کی تقریب رُونمائی میں شرکت کی غرض سے چکوال تشریف لے گئے، پروگرام میں شرکت کی، رات 11:30 بجے بخیریت واپسی ہوئی۔

۶؍اپریل کو حضرت مہتمم صاحب انگلینڈ کے محترم جناب خلیق الزماں صاحب انصاری کے بیٹے کا نکاح پڑھانے کی غرض سے لالہ موسیٰ تشریف لے گئے۔ واپسی پر گکھڑ میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ کی عیادت کی اور گکھڑ کے تاجر حاجی رشید صاحب اور حاجی صابر صاحب کے ہاں بھی کچھ دیر قیام کرنے کے بعد رات 9 بجے بخیریت واپسی ہوئی۔

۷؍اپریل کو چونیاں کے حضرات کی دعوت پر حضرت مہتمم صاحب بعد ظہر چونیاں تشریف لے گئے اور عشاء کے بعد واپسی ہوئی۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (ادارہ)